

حق طباعت غیر محفوظ

- نام کتاب : روزہ کا مقصد کیا ہے؟
 مصنف : عبداللہ صدیقی
 زیر سرپرستی : مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی
 کمپوزنگ : محمد احسان اللہ ”الکوثر کمپیوٹر سنٹر“، حیدرآباد
 تعداد : 500
 دوسرا ایڈیشن : 2009ء

پبلشر

AZEEM BOOK DEPOT

Jama Masjid Islamia Bazar Deoband U.P.

Ph: 01336-223845 Cell: 09997177817, 09411485040

E mail: azeembookdepot@hotmail.com

اس کتاب کو دعوت و تبلیغ کی خاطر یا ایصالِ ثواب کی خاطر تقسیم کرنے والوں کو خصوصی رعایت دی جائے گی انشاء اللہ اس کتاب کا ہندی و انگریزی میں بھی ترجمہ شائع کیا جائے گا، زیادہ سے زیادہ دوست و احباب اور رشتے داروں میں تقسیم کر کے ان کو خالص ایمان کی دعوت دیجئے۔



تعلیم الایمان

روزہ کا مقصد کیا ہے؟

مصنف

عبداللہ صدیقی

ریسرچ اسکالر آف ایمانیات

زیر سرپرستی

مفتی محمد مصطفیٰ مفتاحی

شیخ الحدیث دارالعلوم سبیل السلام، صلالہ بارکس، حیدرآباد

ناشر

عظیم بک ڈپو دیوبند، یوپی (انڈیا)

فہرست مضامین

صفحہ	موضوعات
4	عبادت شعور کے ساتھ کی جائے
5	رمضان کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ
6	ایک غیر مسلم خاتون کا سوال ہمارے لئے قابل توجہ ہے
8	اکثر مسلمانوں کو روزہ کی حکمت اور مصلحت ہی نہیں معلوم
9	مسلمانوں کی حالت پر غور کیجئے
12	روزہ کا مقہوم
12	دنیا کے دوسرے مذاہب میں روزہ کی حقیقت
14	اسلام کے علاوہ کسی مذہب میں روزہ میں اعتدال نہیں
16	اسلام انسانوں کی طبیعت اور فطرت کا نکتا لحاظ رکھتا ہے، اس پر غور کیجئے
17	اسلام نے روزہ داروں کیلئے خاص بشارتیں دی ہیں
19	رمضان کے روزہ کی اہمیت
20	رمضان کے ایک فرض روزہ کا بدلہ عمر بھر روزے رکھنے کے برابر نہیں ہو سکتا
20	روزہ اور قرآن قیامت میں شفاعت کریں گے
21	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں روزے کی ابتداء
22	رمضان تقویٰ اور پرہیزگاری کا موسم ہے
23	رمضان پانے کے باوجود مغفرت حاصل نہ کر سکنے والے پر بددعا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین
25	روزہ ہم پر فرض کیوں کیا گیا؟
25	روزہ کا مقصد کھانے سے پہلے اسلام کے معنی سمجھنے
26	روزہ کا مقصد سمجھنے سے پہلے انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟ اسے بھی سمجھنے
29	روزہ کی اصل رُوح
31	روزے کے تین بڑے مقاصد
34	انسان کی فطرت کے مطابق روزہ کی مشق اور تربیت کرائی جا رہی ہے:
35	خالص اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو ظاہر کرنے کیلئے روزہ رکھا جائے
36	قرآن مجید جیسے عظیم الشان نعت کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کیلئے روزہ رکھا جائے
37	اللہ تعالیٰ روزوں کے ذریعہ ایمان والوں کو متقی بنانا چاہتا ہے
37	روزہ شیطان اور نفس سے مقابلہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عطا کی زبردست مشق و تربیت ہے۔
38	روزہ سے ایمان والے میں اللہ کا ڈر خوف اور محبت پیدا ہوتی ہے
40	حالات روزہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات سبح، بصیر، علیم و خبیر کا مومن پر زبردست غلبہ چھایا رہتا ہے۔
41	روزہ میں حرام چیزوں سے بچنے کی تربیت و مشق ملتی ہے
42	حالات روزہ میں اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس
44	بہت زیادہ پیدا ہو کر ایمان تازہ اور قوی ہوتا جاتا ہے۔
44	مسلمان کو حالت روزہ میں آخرت کی جواب دہی کا زبردست احساس پیدا ہو جاتا ہے
45	حالات روزہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس زیادہ بڑھ جاتا ہے

اس کتاب کے علاوہ دوسرے اسماء الہی میں غور و فکر کے لئے ہماری کتاب تعلیم الایمان کے تمام حصے پڑھئے اور ایمان بالکتاب، ایمان بالرسالت، ایمان بالآخرت، ایمان بالقدر (تقدیر) پر شعوری اور عقلی اعتبار سے ایمان پیدا کرنے کے لئے ”ایمان مفصل کو سمجھانے کا طریقہ“ پڑھئے، اس کے علاوہ اولاد کو مسلمان بنانے اور لڑکیوں کو شادی سے پہلے باشعور بنانے والی دونوں کتابیں ضرور پڑھئے اور اپنے خاندان میں تحفہ دے کر دعوت دین کا حق ادا کیجئے۔

عظیم بکڈ پوڈیو بند یو پی سے نصف قیمت پر کتابیں حاصل کر سکتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عبادت شعور کے ساتھ کی جائے

انسان جس قدر شعور اور عقل و فہم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریگا اور نیک عمل میں سرگرم رہے گا اسی قدر وہ خدا کی قربت اور روحانی مسرتوں سے ہم کنار ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے ہیکہ حضورؐ نے فرمایا کہ ”ایک شخص نماز بھی پڑھتا ہے، روزہ بھی رکھتا ہے، زکوٰۃ بھی دیتا ہے حج اور عمرہ بھی کرتا ہے، یہاں تک کہ آپؐ نے تمام نیکیوں کا ذکر کر دیا، پھر فرمایا مگر قیامت کے دن اسے اسکی عقل کے مطابق ہی بدلہ دیا جائے گا“ (بیہقی) کیوں کہ شعور و فہم کے ساتھ عبادت کا درجہ بلند ہے۔ مثلاً ایک طوطے کو سجان اللہ الحمد للہ کے کلمات رٹا دیتے تو وہ بار بار ان الفاظ کو ادا کرے تو اس پر کوئی کیفیت پیدا نہیں ہوتی اور اگر ایک انسان کو ان کلمات کا شعور دیا جائے تو وہ دل کی گہرائیوں کے ساتھ اللہ کی پاکی اور تعریف ادا کرے گا اور ہر مرتبہ اُس پر خاص کیفیت اور جذبہ پیدا ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک باشعور اور بے شعور انسان کی زندگی میں زبردست فرق ہوتا ہے۔ بے شعور انسان بے شعوری کی وجہ سے بغیر کوئی کیفیت اور جذبے کے اپنے مالک کی عبادت کرتا ہے اور باشعور انسان ایک خاص کیفیت اور جذبے سے اپنے مالک کو یاد کرتا ہے۔ اسلئے اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ آخرت کی زندگی میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کیلئے ہر کام اور ہر عبادت شعور کے ساتھ کرتے رہیں شعور کے حاصل کرنے اور بڑھانے کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے اللہ کے کلام کو سمجھنا۔ مگر دنیا میں بہت سے مسلمان ایسے ہیں جو قرآنی علم حاصل کئے بغیر ہی عبادت کرتے رہتے ہیں، وہ عبادتوں کے پابند تو ہوتے ہیں مگر ان میں کچھ بھی شعور نہیں ہوتا، اسکی سب سے بڑی وجہ یہ ہے ہیکہ انکو رسمی طور سے عبادت کی مشق اور عادت ڈال کر دین سکھایا جاتا ہے، شعور کے راستے سے دین نہیں سکھایا جاتا ہے، چنانچہ اکثر مسلمان تقلیدی ایمان رکھتے ہیں، شعوری ایمان نہیں رکھتے جسکی وجہ سے وہ نماز، روزہ اور حج وغیرہ کو بے شعوری سے ادا کرتے ہیں اس کتاب کو روزہ جیسی عظیم الشان عبادت کو شعور کے ساتھ ادا کرنے کی غرض سے تیار کیا گیا ہے، آپ خود

بھی پڑھئے اور اہل وعیال کو بھی پڑھائیے، نیز اپنے دوست و احباب کو تحفہ بھی دیجئے تاکہ وہ پورے شعور کے ساتھ روزے رکھ سکیں اور اُن کے روزوں کا آپ کو بھی ثواب ملے۔

دُنیا میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی بھوکا ہے یا پیاسا ہے تو بھوک اور پیاس بچھانے کی کوشش کی جاتی ہے، کوئی بیمار ہے تو اسکی مدد کی جاتی ہے مگر ہزاروں انسان کلمہ پڑھنے کے باوجود دینی شعور نہیں رکھتے اور پھر بھی ہمیں نہ نظر آتا ہے اور نہ یہ نیکی سمجھا جاتا ہے ہیکہ لوگوں میں دینی شعور پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ ہمارا پیسہ درود یوار کو رنگین بنانے، نئی قالینیں بچھانے خوبصورت دروازے اور کھڑکیاں بنانے اور ٹائلنگ لگانے پر خرچ کیا جاتا ہے مگر مسلمانوں میں شعور کو جگانے اور بڑھانے کیلئے پیسہ خرچ نہیں کیا جاتا۔ افسوس عمارتوں کی خوبصورتی اور حفاظت کا تو ہمیں بہت خیال ہے مگر اہل وعیال اور دوسرے بھائیوں کے ایمان کی صحت مندی اور اسکی حفاظت کا کوئی خیال نہیں ہے۔ اگر شعور کو بیدار کرنے کی فکر نہیں کی گئی تو پھر مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد بے شعوری کے ساتھ اللہ کی اطاعت کرے گی اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اسلام کو بے جان طریقے سے پیش کریگی اور وہ بے شعور ہی رہے گی اس سے خود انکو بھی نقصان ہوگا اور وہ دوسروں کیلئے بھی تکلیف دہ بنے رہیں گے، اُنکے نزدیک دوسری قوموں کی طرح عبادت نام ہوگا چند مخصوص قسم کی شکل و صورت اور رسم و رواج کو اختیار کر لینے کا اسلئے ضروری ہے ہیکہ ہر مسلمان کے شعور کو بیدار کیا جائے۔

رمضان کی آمد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خطبہ

حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے ہیکہ شعبان کے مہینے کی آخری تاریخ کو اللہ کے رسول ﷺ نے ہم کو خطبہ دیا۔ ارشاد فرمایا: اے لوگو! تم پر عظمت اور برکت والا ایک مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس مبارک مہینہ کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونے کو نفل عبادت مقرر کیا ہے۔ جو شخص اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے

کیلئے کوئی غیر فرض عبادت (سنت یا نفل) ادا کرے گا تو اسکو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا اور اس مہینے میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانے کے ستر فرضوں کے برابر ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اس مہینہ میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے جس نے اس مہینے میں کسی روزہ دار کو اللہ کی رضا اور ثواب حاصل کرنے کیلئے افطار کرایا تو یہ اس کیلئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں سے کوئی کمی کی جائے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ: یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا (تو کیا غریب لوگ اس ثواب سے محروم رہیں گے؟) آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی دے گا جو دودھ کا ایک گھونٹ یا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ سے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کر دے اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض (یعنی حوض کوثر) سے ایسا سیراب کریگا کہ اس کے بعد اس کو کبھی پیاس ہی نہیں لگے گی جب تک کہ وہ جنت میں داخل نہ ہو جائے۔ اس مبارک مہینے کا ابتدائی حصہ رحمت ہے درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے۔ اور جو آدمی اس مہینے میں اپنے غلام و خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے آزادی دے دیگا۔ (شعب الایمان، بیہقی)۔

ایک غیر مسلم خاتون کا سوال ہمارے لئے قابل توجہ ہے

ایک غیر مسلم خاتون نے ایک مسلمان سے سوال کیا کہ: رمضان کے مہینے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ مسلمانوں کا بچہ بڑا بوڑھا، عورت مرد شریف اور غنڈے سبھی لوگ روزہ رکھتے ہیں اور حالت روزہ میں گناہ کرنے اور خدا کو ناراض کرنے سے بہت سختی کے ساتھ پرہیز کرتے ہیں یہاں تک کہ اکیلے میں ایک قطرہ پانی کا تک نہیں پیتے۔ مگر رمضان ختم ہوتے ہی اکثر

مسلمان ایسے نہیں رہتے ہر قسم کی بُرائی شروع کر دیتے ہیں، آخر ایسا کیوں؟ اس انداز سے ہنود بھی روزہ رکھتے ہیں، مثلاً اکثر ہنود کالے کپڑے پہن کر چالیس دن تک لڑائی جھگڑا نہیں کرتے، ننگے پیر پھرتے اور چٹائی پر سوتے، شراب، سگریٹ، نہیں پیتے اور ملاقات کے وقت ہر شخص کو ہاتھ جوڑ کر سوامی سوامی کہتے ہیں، لیکن چالیس دن گزرتے ہی وہ جیسے پہلے تھے ویسے ہی ہو جاتے ہیں۔

عیسائیوں میں بھی بعض لوگ انتہائی پابندی کے ساتھ چالیس روز تک ۲۴ گھنٹے والا روزہ رکھتے اور ایک مرتبہ ہی کھاتے ہیں مگر چالیس دن گزرتے ہی وہ بھی جیسے تھے پھر ویسے ہی ہو جاتے ہیں۔ ان میں بھی کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی۔ شاید دنیا کے مذاہب میں روزہ رکھنا ایک رسم ہے۔ میں نے مسلمانوں کو جتنی پابندی اور اہتمام کے ساتھ روزہ رکھتے ہوئے دیکھا ہے کسی دوسرے مذہب کے لوگوں میں اتنا اہتمام نہیں دیکھا اور نہ کسی دوسرے مذہب میں اتنی بڑی تعداد روزہ رکھتی ہے جتنی تعداد میں مسلمان روزہ رکھتے ہیں پھر تبدیلی کیوں نہیں آتی؟ اس کا جواب دیجئے۔

یہ سوال ہر مسلمان کیلئے لمحہ فکر اور غور طلب ہے، اس کا جواب صرف یہ ہے کہ دوسری قوموں کی طرح ہم میں سے بھی ہزاروں مسلمان روزہ صرف رسم سمجھ کر رکھتے ہیں، انکو روزہ کا مقصد ہی نہیں معلوم ہے۔ یا پھر اکثر مسلمان ایسے ہیں جو روزہ کے مقصد اور حکمت سے واقف تو ہیں مگر تقویٰ کے ساتھ روزہ نہیں رکھتے اور تقویٰ کی مشق بھی نہیں کرتے۔ ہر چیز کا اصول اور ضابطہ ہوتا ہے، اس چیز سے فائدہ اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب وہ چیز اس کے اصول اور ضابطوں اور شرائط کے ساتھ اپنائی جائے اور کی جائے۔ اگر روزہ میں چند چیزوں کی پابندی کی گئی اور چند چیزوں کو چھوڑ دیا گیا تو فائدہ کیسے ہوگا؟ ہم میں سے اکثر لوگ روزہ تو بڑے اہتمام سے رکھتے ہیں مگر روزے کے اصول و ضابطوں اور شرائط کی پابندی نہیں کرتے، جن چیزوں سے اللہ کے رسول ﷺ نے بچنے کا حکم دیا ہے ان چیزوں سے احتیاط نہیں کرتے۔ آئیے اب ذرا غور کریں کہ روزے سے فائدہ حاصل کرنے کیلئے کن کن چیزوں کی

پابندی کرنا چاہیے اور کن کن چیزوں سے دور رہنا چاہیے۔ ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، دوسرے مذاہب کی تو میں بھی روزہ رکھتی ہیں، ان کے روزہ میں اور اسلام کے روزہ میں فرق کیا ہے؟ دوسری قومیں روزہ رکھ کر فائدہ کیوں نہیں حاصل کر سکتیں اور ہم روزہ رکھ کر کس طرح فیض حاصل کر سکتے ہیں؟ اسلام کا روزہ حقیقت میں روزہ کب کہلاتا ہے؟ آخر اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر سال میں ایک مرتبہ تیس دنوں کا روزہ فرض کر کے کیا چیز پیدا کرنا چاہتا ہے؟۔

اکثر مسلمانوں کو روزہ کی حکمت اور مصلحت ہی نہیں معلوم

اللہ تعالیٰ کے احسانِ عظیم پر بے انتہا شکر ہے کہ اس نے اپنی رحمت اور عنایت سے رمضان المبارک جیسا بابرکت مہینہ عطا فرمایا، جسکی وجہ سے لاکھوں، کروڑوں مسلمان ہر سال روزہ رکھ کر اللہ کی رحمت اور خوشنودی حاصل کرتے ہیں اور اپنے آپ کو جہنم سے بچاتے ہیں۔ دنیا کے تقریباً تمام مذاہب میں روزے کا رواج مختلف انداز سے ہے، یعنی غیر مسلم بھی روزہ عبادت سمجھ کر رکھتے ہیں مگر انکے پاس روزہ کے مقصد (حکمت) کا کوئی تصور نہیں ہوتا، اور وہ بغیر کسی مقصد کے صرف عبادت سمجھ کر روزہ رکھ لیتے ہیں، جب ان سے یہ سوال کیا جائے کہ ”وہ روزہ کیوں رکھتے ہیں اور روزہ کا مقصد کیا ہے؟“ تو وہ ان سوالوں کا جواب دینے سے معذور نظر آتے ہیں۔ جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو اکثر غیر مسلم دفاتر، اسکولوں، محلوں اور بازاروں میں مسلمانوں کو حالت روزہ میں دیکھ کر یہی سوالات اپنے مسلم دوستوں سے کرتے ہیں کہ ”آپ لوگ ہر سال مسلسل ایک مہینہ تک روزے کیوں رکھتے ہیں، ان روزوں کا مقصد کیا ہے؟ مگر افسوس کہ اکثر مسلمان بھی ان کے سوال کا صحیح جواب دینے سے عاجز اور مجبور نظر آتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ روزہ رکھتے ہوئے بھی روزہ کے مقصد و حکمت سے واقف نہیں یا پھر بہت سارے لوگ اپنے ذہن پر زور ڈال کر مختلف قسم کے جوابات اپنی عقل سے دے دیتے ہیں مثلاً ایک غیر مسلم کو ایک مسلمان یہ جواب دیتے ہوئے سنا گیا کہ ”ہم سال بھر مرغن غذائیں کھاتے ہیں، اسلئے سال بھر کی چربی اور چکنائی کو گلانے

کیلئے یہ روزے رکھتے ہیں۔ کوئی یہ جواب دیتا ہے کہ اس سے صحت بہتر ہوتی ہے، جسم ہلکا ہوتا ہے، وزن کم ہوتا ہے، بینائی میں اضافہ ہوتا ہے، معدہ صاف ہوتا ہے، بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ غور کیجئے کہ ہم قرآن پاک سے کتنی دور ہیں۔ اگر ان مقاصد کے تحت روزہ رکھا گیا تو وہ روزہ روزہ نہیں بلکہ جسمانی ورزش ہوگی۔ یا جو سمجھدار ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ غریبوں کی بھوک اور پیاس کا احساس کرنے اور انکی تکلیف کو سمجھنے کیلئے ہم روزہ رکھتے ہیں (حالانکہ روزے امیروں کے ساتھ ساتھ غریبوں پر بھی فرض ہیں) پھر غریب کس کی تکلیف کا احساس کریں گے؟ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ روزہ ایک عبادت ہے جسے اللہ نے ہم پر فرض کیا ہے۔ اسلئے چاند دیکھ کر روزہ رکھتے ہیں اور چاند دیکھ کر روزہ ختم کر دیتے ہیں مگر ان کو بھی روز کی حکمت و مصلحت نہیں معلوم رہتی۔ غور کیجئے کہ دنیا کی دوسری قومیں جس طرح سے اپنے مذہب کی اندھی تقلید کرتی ہیں اور باپ دادا کے رسم و رواج کی پابندی کرتی رہتی ہیں، بس کچھ ہمارا بھی حال یہی ہے، دین کی تقلید اندھے بن کر کرتے ہیں اور روزے بھی رواج سمجھ کر رکھتے ہیں، ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو قطعی نہیں معلوم کہ یہ روزے ان پر فرض کیوں کئے گئے؟ بس باپ دادا کو یا پھر مسلمانوں کو روزہ رکھتا ہوا دیکھ کر اندھی تقلید کرتے ہوئے روزہ رکھتے ہیں اور یہ سلسلہ نسل در نسل سے چل رہا ہے، ہم خیر امت ہونے کے باوجود دوسروں کے سامنے اسلام کے نظریات کو صحیح انداز سے پیش کرنے کے بجائے اسلام کا غلط تصور دیتے رہتے ہیں۔

مسلمانوں کی حالت پر غور کیجئے

ہر مسلمان کو بچپن میں یہ یاد دلایا جاتا ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، جس طرح نماز، زکوٰۃ اور حج فرض ہیں اسی طرح روزہ بھی فرض ہے۔ اب مسلمانوں کی حالت پر غور کیجئے:- بہت سارے مسلمان حج کرتے ہیں مگر ان کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ حج کی حکمت کیا ہے؟ حج کر کے انکو کیا چیز حاصل کرنی چاہیے، بس رسمی انداز سے حج ادا کر لیتے ہیں، اسی طرح بہت سارے لوگوں کو یہ نہیں معلوم کہ زکوٰۃ دینے کی مصلحتیں کیا ہیں، بہت سے مسلمان ایسے بھی ہیں

جن پر زکوٰۃ اور حج فرض ہو جاتا ہے اور ان کو یہ بھی معلوم رہتا ہے کہ زکوٰۃ اور حج فرض ہیں مگر پھر بھی وہ یہ عبادات ادا نہیں کرتے بس اسی طرح روزوں کا بھی یہی حال ہے کہ کسی کو بھی روزہ کی حکمت و مصلحت ہی نہیں معلوم بلکہ کوئی تو روزہ نہ رکھنے کیلئے بہانے تلاش کرتا ہے۔

۱۔ بہت سارے مسلمان جو دھندے اور کاروبار کرنے والے ہوتے ہیں، مثلاً رکشا چلانے والے، محنت مزدوری کرنے والے، مرچیں، پیاز فروخت کرنے والے، ٹھیلے اور بنڈی چلانے والے، آٹو اور لاری چلانے والے، اپنی محنت و مشقت کی مجبوری ظاہر کر کے روزہ ہی نہیں رکھتے، حالانکہ ان کو گیارہ مہینے خوب محنت کر کے یہ ایک مہینہ اللہ کی عبادت میں لگے رہنے کی فکر ہونی چاہیے تھی۔

وہ سال بھر جتنا کماتے ہیں اس سے بڑھ کر کھا جاتے ہیں۔ اکثر شراب، جو، فلم اور فضول خرچیوں میں اپنی محنت کی کمائی کو برباد کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ان سب کو یہ معلوم رہتا ہے کہ رمضان کے روزے ان پر فرض ہیں، اسی طرح کارخانوں اور مملوں میں کام کرنے والے اپنی نوکری کے اوقات کی مجبوری ظاہر کر کے روزہ نہیں رکھتے۔

(۲) ماڈرن اور فیشن ایبل لوگ روزہ رکھنا غریبوں کا کام سمجھتے ہیں اور ان کا یہ خیال ہوتا ہے کہ مسلسل روزہ رکھنے سے کمزوری پیدا ہو جاتی ہے، اس لئے وہ پورے مہینے میں چارچھ روزے رسمی انداز پر رکھ کر باقی دنوں میں ٹھاٹ سے سگریٹ اور چائے دن کے اوقات میں روزے داروں کے سامنے پیتے رہتے ہیں، ایسے لوگ بھوک اور پیاس کو برداشت کرنا بہت بڑی مصیبت سمجھتے ہیں۔

(۳) بہت سارے لوگ معمولی معمولی بیماریوں کا بہانا یا ڈبلے ہو جانے کے ڈر سے یا گرمی اور تیز دھوپ کی شدت سے یا پڑھائی اور امتحانات کا بہانا بنا کر اور بعض لوگ اعضاء میں کمزوری یا ضعیف العمری کا بہانا بنا کر روزہ نہیں رکھتے۔

(۴) بہت سارے لوگوں پر روزہ گراں گذرتا ہے، بدنامی کے ڈر سے روزہ رکھتے ہیں، چونکہ گھر کے سارے لوگ دوست احباب سب ہی رکھتے ہیں، اس لئے وہ بھی مجبوراً رکھ لیتے ہیں، ان کا روزہ رکھنا ایک رواج بن جاتا ہے۔

(۵) بہت سارے لوگ روزہ شوق سے رکھتے تو ضرور ہیں مگر ان کا یہ تصور ہوتا ہے کہ اس سے صحت بنے گی، وزن کم ہوگا، روزہ میں کوئی نقصان تو نہیں، الٹا فائدہ ہی فائدہ ہے، اس لئے چھوڑنا نہیں چاہیے۔

(۶) بہت سارے لوگ چاہے صحت کیسی ہی کیوں نہ ہو، موسم چاہے سردی کا ہو یا سخت گرمی کا، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کا حکم ہے اور اللہ نے ہم پر روزہ فرض کیا ہے، اس لئے وہ روزہ رکھیں گے۔ اور وہ کسی ظاہری حالت کو بھی نہیں دیکھتے کہ وزن کم ہو رہا ہے یا نہیں بیماری دور ہو رہی ہے یا نہیں۔ چربی گل رہی ہے کہ نہیں مگر ایسے لوگوں میں سے بھی اکثر کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ روزے فرض کیوں کیا ہے؟۔

(۷) بچے عام طور پر گھریلو حالات میں تیس دن تک تبدیلی دیکھتے ہیں کہ سحری میں عمدہ عمدہ کھانے اور میٹھے پکتے ہیں۔ افطار میں بہت سارے ہمد قسم کے میوے اور شربت کا انتظام ہوتا ہے تو یہ حالات دیکھ کر ان میں روزہ رکھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے، اور وہ اسی شوق میں روزہ رکھنا شروع کر دیتے ہیں، یہاں تک کہ جوان ہو جاتے ہیں اور ہر سال بس روزے کے اہتمام کے عادی بن جاتے ہیں۔ یہ سارے کے سارے لوگ اس بات سے واقف رہتے ہیں کہ ان پر روزہ فرض ہے مگر روزہ کی حکمت و مصلحت کیا ہے؟ اور اس میں کن کن چیزوں کی مشق اور تربیت کرنی ہے جو اس کی اصل روح ہے، اس سے واقف نہیں ہوتے۔

(۸) مگر ان کے علاوہ اکثر لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو روزہ کا مقصد تو معلوم رہتا ہے مگر وہ نافرمانیوں اور بد اعمالیوں کے ساتھ روزہ رکھتے ہیں اور روزہ کے شرائط، اصول اور آداب کو پورا نہیں کرتے، وہ حالت روزہ میں ناچ گانا دیکھتے اور سنتے ہیں، بات چیت میں گالیاں، فحش کلامی اور بے حیائی کی باتیں کرتے اور حرام مال کمانے سے پرہیز نہیں کرتے اور بعض تو حالت روزہ میں کھیل کود کے میدانوں اور سینما ہالوں اور کلبوں میں جاتے اور ساتھ میں افطار کا سامان بھی رکھ لیتے ہیں اور کھیل کود، تماشیا، سینما دیکھتے دیکھتے ہی افطار کے وقت جیب یا پرس سے کھجور نکال کر روزہ افطار کر لیتے ہیں، غور کیجئے کہ اس انداز سے اگر روزہ رکھا جائے تو پھر روزہ سے فائدہ کیا حاصل ہوگا؟

روزہ کا مفہوم

روزہ کا عربی میں نام ”صوم“ یا ”صیام“ ہے جسکے معنی ”رکنے کے ہیں“ اس عمل کو صوم یا صیام اسلئے کہا گیا ہے کہ اس میں انسان صبح صادق سے لیکر سورج کے غروب ہونے تک مسلسل کھانے پینے اور جنسی ملاپ (جماع) سے رُکا رہتا ہے۔ قرآن مجید میں حضرت مریم سے متعلق ارشاد ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رحمان کیلئے رکنے یعنی بات چیت سے رکنے رہنے کی نذر فرمائی ہے۔ شریعت میں اس سے مراد مخصوص وقت میں مخصوص چیزوں میں مخصوص شرائط کے ساتھ رکنے رہنا ہے۔ اہل عرب اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو بھوک پیاس کا عادی بنانے کیلئے باقاعدہ ان کی تربیت کرتے تھے تاکہ مشکل اوقات میں وہ زیادہ سے زیادہ سختی برداشت کر سکیں، اسی طرح وہ اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو تیز اور گرم ہوا کے مقابلے کی بھی تربیت دیتے تھے۔ یہ چیز سفر اور جنگ کے حالات میں جبکہ ہوا کہ تھپڑوں سے سابقہ پیش آجائے بڑی کام آنے والی ہوتی تھی اسکو گھوڑوں کا صوم کہا جاتا تھا

دنیا کے دوسرے مذاہب میں روزہ کی حقیقت

نماز کی طرح روزہ بھی پچھلی تمام آسمانی شریعتوں میں اسلام کا رکن رہا۔ اگرچہ اس کی شکلیں مختلف رہی ہیں، جیسا کہ ارشاد ہے ”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے پچھلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے“ غرض روزہ کی یہ عبادت صرف امت مسلمہ پر ہی فرض نہیں کی گئی ہے بلکہ پچھلی امتوں پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے، اور حضرت آدمؑ سے لیکر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام آسمانی شریعتوں میں یہ ابتدا سے ہی خاص عبادت رہی ہے۔ جس طرح نماز کی عبادت سے کوئی شریعت اور کوئی امت خالی نہیں رہی اسی طرح روزہ بھی ہر شریعت میں فرض رہا ہے۔

عیسائیوں کے روزے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی چالیس دن تک جنگل میں روزہ رکھا، حضرت حسن بصریؒ اور دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نصاریٰ پر بھی روزے فرض کئے تھے مگر انہیں یہ روزے رکھنا گراں معلوم ہوا، کیوں کہ یہ روزے کبھی سردیوں میں آتے تھے اور کبھی گرمیوں میں آتے تھے، جسکی وجہ سے انہیں معاش اور کاروبار میں نقصان ہوتا دکھائی دیتا تھا۔ چنانچہ انکے عاملوں اور کارکنوں نے طے کیا کہ ایسے مہینے میں اپنے روزے مقرر کر لیں جو معتدل ہو۔ پس اپنی سہولت کا مہینہ اپنی طرف سے مخصوص کر لیا اور پھر ان پر دس روزے اور بڑھادیئے تاکہ وہ اس تبدیلی کا کفارہ ہو جائیں پھر آہستہ آہستہ ان روزوں کی فرضیت ختم ہوتی چلی گئی اور اس کا اہتمام فرض کی شکل میں باقی بھی نہیں رہا۔ اب کچھ لوگ چالیس روزوں کا اہتمام ۲۴ گھنٹوں میں ایک مرتبہ رات کو کھانا کھا کر کر لیتے ہیں، یہود و نصاریٰ روزہ رکھتے تو ہیں لیکن سحری نہیں کھاتے۔

حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے، اللہ اور اسکے فرشتے سحری کھانے والوں پر سلامتی بھیجتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں عیسائیوں میں سب لوگ روزہ نہیں رکھتے بعض پادری اور راہب درجہ کے لوگ روزہ رکھتے ہیں۔

یہودیوں کے روزے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے تورات دینے سے پہلے روزہ کا حکم فرمایا اور پھر اس کی مدت میں دس دن کا اضافہ کر کے چالیس دن کے روزے رکھوائے، یہودی لوگ مختلف زمانوں میں مختلف واقعات کی یاد میں بہت سے روزے رکھاتے تھے اور انکے روزے زیادہ تر غم کے روزے ہوتے تھے۔ اس غم کو ظاہر کرنے کیلئے اپنی ظاہری صورت کو بھی

غمگین اور اداس بنا لیتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زمانے میں غم کے ان مصنوعی روزوں کو منع کر دیا، یہودیوں کے یہاں یہ اصول تھا کہ روزے کھولنے کے وقت ایک مرتبہ جو کھا لیتے، کھا لیتے پھر نہیں کھا سکتے تھے، یعنی اسی وقت سے دوسرا روزہ شروع ہو جاتا تھا۔

بت پرستوں کے روزے

اہل کتاب کے علاوہ مشرکین اور بت پرستوں میں بھی روزہ ایک مذہبی رسم کی حیثیت سے رکھا جاتا تھا اور آج بھی رکھا جاتا ہے۔ اہل عرب بھی زمانہ جاہلیت ہی سے روزہ سے کچھ نہ کچھ مانوس تھے۔ مکہ کے قریش زمانہ جاہلیت کے دنوں میں عاشورہ یعنی دسویں محرم کو اس لئے روزہ رکھتے تھے کہ اس دن خانہ کعبہ پر نیا غلاف ڈالا جاتا تھا۔

مشرکین عرب میں یہ رواج تھا کہ سونے سے پہلے جو کھا لیتے کھا لیتے، سو جانے کے بعد پھر کھانا ناجائز تھا، چنانچہ آج بھی دنیا کے مشرکین اور بت پرستوں میں روزہ ایک مذہبی رسم کی حیثیت سے رکھا جاتا ہے، ہندوستان میں برت کے نام سے روزہ رکھا جاتا ہے، ہر ہندی مہینہ کی گیارہ، بارہ تاریخ کو اکادشی کے موقع پر روزہ رکھا جاتا ہے۔ اس حساب سے سال میں چوبیس روزے ہوتے ہیں، عام لوگ اکثر ہفتہ کا روزہ رکھتے ہیں ہندو جوگی جو چلہ کشی کرتے ہیں وہ بھی روزے رکھتے ہیں یعنی چالیس دن تک شراب اور گوشت وغیرہ سے احتیاط کرتے ہیں۔

اسلام کے علاوہ کسی مذہب میں روزہ میں اعتدال نہیں

موجودہ زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر مذاہب میں روزہ کسی نہ کسی شکل میں عبادت سمجھ کر رکھا جاتا ہے اگرچہ لوگ اپنی طرف سے بہت سی باتیں ملا کر اس کی شکل بگاڑ دیتے ہیں، آسمانی علوم سے دور اور وحشی انسانوں کا یہ خیال ہے کہ خدا ہمارے جسمانی تکالیف

اٹھانے سے خوش ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ پوجا پاٹ اور دوسری عبادتوں میں جسم کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ جو گیوں اور جنیوں میں روزہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے جسمانی زحمت کشی ہے۔ بعض بت پرستوں کے نزدیک روزے کا ایسا خوفناک تصور قائم کیا گیا ہے جو اکثر حالتوں میں انسانی زندگی ہی کو خطرے میں ڈال دیتا ہے، اور بعض نے اسے اتنا آسان کر دیا ہے کہ صرف چند غلوں اور گوشت کے علاوہ روزے دار سب کچھ کھا پی سکتا ہے۔ اُسے روزہ میں کسی صبر آزما حالت سے کوئی سابقہ ہی نہیں پڑتا۔ یہودیوں کے نزدیک بھی روزہ نفس کو دکھ دینے کا نام ہے۔ چنانچہ تورات سفر الاحمار (۱۶-۲۹) میں ہے ”اور یہ تمہارے لئے ایک دائمی قانون ہو کہ ساتویں مہینہ کی دسویں تاریخ کو تم اپنی اپنی جان کو دکھ دینا اور اس دن خواہ وہ دیسی ہو یا پردیسی جو تمہارے بیچ بود و باش رکھتا ہو، کسی طرح کا کوئی کام نہ کرے“ تورات کے سفر العدو (۲۹-۷) میں ہے ”پھر اسی ساتویں مہینے کی دسویں تاریخ کو تمہارا مقدس مجمع ہو، تم اپنی جان کو دکھ دینا اور کسی طرح کا کام نہ کرنا“ پارسیوں کے پاس صرف پیشوا لوگوں کیلئے روزہ ہے، یونانیوں میں صرف عورتوں کیلئے روزہ ضروری تھا۔ دُنیا کے دوسرے مذاہب میں روزے دار کیلئے انسانی حالت کے لحاظ سے کسی قسم کی نرمی، کوئی چھوٹ اور استثنائی حکم نہیں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں نہ صرف روزہ کو بلکہ تمام احکام و عبادات کو انسانی فطرت کے لحاظ سے نازل کیا اسلام میں انسانی حالات اور طبیعتوں کے مطابق احکامات دیئے گئے ہیں اور انسان کی فطرت اور ضرورت کی رعایت رکھی گئی ہے اسلامی احکام و عبادات پر عمل کرنے سے انسانوں کے جسم کا روح کا اور دنیا و آخرت کا فائدہ ہی فائدہ ہے چنانچہ روزہ کو بھی ایمان والوں پر فرض کر کے اسے ہر اعتبار سے آسان کر دیا گیا ہے۔ اس میں ہر طرح سے اعتدال کو مدنظر رکھا گیا ہے اور اسکی مکمل و مفید صورت بنائی گئی ہے جو کسی دوسرے مذہب میں قطعاً نہیں ہے۔ اسلام میں روزوں کی مدت بھی اتنی طویل نہیں رکھی گئی کہ عام حالات میں انسان برداشت نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سال مسلمانوں کے بچے بڑے مرد اور عورت چاہے وہ دُنیا کے کسی خطہ یا کسی قوم اور کسی مزاج کے ہوں وہ آسانی سے بغیر کسی مشقت کے کسی بھی موسم میں خوشی خوشی جوش اور جذبہ کے ساتھ روزے رکھ سکتے ہیں اور رکھتے ہیں۔

اسلام انسانوں کی طبعیت اور فطرت کا کتنا لحاظ رکھتا ہے

اس پر غور کیجئے

بخاری شریف کی روایت ہے جسمیں اللہ کے رسولؐ نے زندگی بھر مسلسل روزے رکھنے سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہیکہ جس نے زندگی بھر مسلسل روزے رکھے، اس کا روزہ روزہ نہیں۔ (بخاری) اسی طرح مسلم شریف کی روایت میں ہیکہ ”تمہیں دو یا دو سے زائد دنوں کو ملا کر (بلا سحری و افطار) روزہ رکھنے سے پوری طرح دور رہنا چاہیے“ ایک مرتبہ سفر کے دوران آپؐ نے دیکھا کہ لوگوں کی بھیڑ ایک شخص کے اوپر سایہ کئے ہوئے ہے۔ آپ نے دریافت فرمایا تو معلوم ہوا کہ ایک روزہ دار ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کوئی نیکی کا کام نہیں ہیکہ سفر میں (اس طرح کا) روزہ رکھا جائے (جو برداشت سے باہر ہو جائے) بخاری۔

مدینہ سے باہر رہنے والے ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ملاقات کی اور واپس چلے گئے، سال بھر کے بعد دوبارہ آئے اور اب جو آئے تو اس حال میں تھے کہ ان کی شکل و صورت بالکل بدلی ہوئی تھی، انہوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے پہچان نہیں رہے ہیں؟ آپؐ نے دریافت فرمایا تم کون ہو؟ جواب دیا میں وہی شخص تو ہوں جو گذشتہ سال حاضر خدمت ہوا تھا، ارشاد ہوا کس چیز نے تمہاری ہیبت بدل کر رکھ دی ہے؟ تم تو بڑی اچھی شکل و صورت کے تھے، انہوں نے بتایا کہ یہاں سے واپس جانے کے بعد آج تک میں نے رات کے سوا کھانا نہیں کھایا، یعنی (مسلسل روزے رکھتا رہا) یہ سن کر آپؐ نے فرمایا تم نے اپنے آپ کو کیوں عذاب دیا؟ (ابوداؤد) اسی طرح اسلام نے روزہ دار کیلئے یہ بھی آسانی رکھی کہ وہ بھول چوک سے حالت روزہ میں کچھ کھاپی لے یا کوئی کام بھول کر ایسا کر بیٹھے جو روزہ کے خلاف ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک حدیث مروی ہیکہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھول کر کھائے یا پئے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کہ یہ تو خدا کی روزی ہی تھی (ترمذی)۔

اسلام نے یہ بھی آسانی رکھی ہے کہ وہ عمل جو انسان کے اختیار و ارادے سے نہ ہو مثلاً قے آجائے یا حالت نیند میں غسل کی ضرورت پیش آجائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (ابوداؤد) اسلام نے روزہ میں انسانی پیدا کردہ تمام سختیوں کو ختم کر دیا۔ چنانچہ روزہ ختم ہوتے ہی ہر جائز چیز کو کھانے اور اپنی بیویوں کے ساتھ رات گزارنے کی کھلی اجازت دیدی ہے۔ دوسرے مذاہب میں اس قسم کی چھوٹ نہیں ہے۔ اسلام نے یہ بھی سہولت دی ہے کہ ہر قسم کے معذور و مجبور لوگوں کو روزہ سے مستثنیٰ کر دیا، بچے تو مستثنیٰ ہیں ہی، عورتیں ایام حمل و رضاعت اور دیگر مخصوص ایام میں روزے سے مستثنیٰ ہیں اور وہ بعد میں قضا کر سکتی ہیں۔ عارضی معذوروں، بیمار بوڑھوں، اور مسافروں کو بھی مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ یہ لوگ صحت مند ہونے یا سفر سے واپسی کے بعد روزہ رکھ سکتے ہیں، وہ مالدار کمزور انسان جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے، ان کو مستثنیٰ کر کے انہیں ایک روزہ کے بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلانے کی سہولت دی گئی۔ غرض یہ کہ کسی بھی نقطہ نظر سے اسلامی روزوں کا دوسرے مذاہب کے روزوں سے تقابل کر کے دیکھا جائے تو اسلام کا روزہ برتر نظر آئے گا۔ اسلام نے روزہ میں جو سہولت جو اعتدال اور فطرت انسانی کا جتنا لحاظ رکھا ہے وہ کسی بھی مذہب میں نہیں ہے۔

اسلام نے روزہ داروں کیلئے خاص بشارتیں دی ہیں

روزہ اور روزہ داروں کی فضیلت میں رسول ﷺ نے بہت سی بشارتیں دی ہیں۔

رمضان کا چاند نظر آتے ہی جنت کے دروازہ کھول دیئے

جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہیکہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ”جب رمضان شروع

ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، (بخاری و مسلم) روزہ دار کو جنت کے ایک خاص دروازے سے داخل کیا جائیگا۔ حضرت سہیل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک کا نام ”ریان“ (سیرابی ہے) اس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہونگے (بخاری و مسلم) ایک اور روایت میں ہے کہ قیامت کے روز آواز دی جائیگی کہ روزے دار کہاں ہیں؟ جب آخری روزہ دار داخل ہو جائیگا تو یہ دروازہ بند کر دیا جائیگا

روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو

مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ محبوب ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے (بخاری و مسلم)

روزہ سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے روزہ رکھا ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے (مسلم)

روزہ داروں کیلئے عرش کے نیچے دسترخوان لگایا جائیگا

روزہ داروں کے واسطے قیامت کے دن عرش کے تلے دسترخوان چنا جائے گا، لوگ اس پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے اور دوسرے لوگ ابھی حساب ہی میں پھنسے ہونگے، اس پر وہ لوگ

کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھانا کھاپی رہے ہیں اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہیں، انکو جواب ملے گا کہ یہ لوگ روزے رکھا کرتے تھے اور تم لوگ روزے نہ رکھتے تھے

افطار کے وقت روزہ دار کی دُعا قبول ہوتی ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ روزہ دار افطار کے وقت جو دعا کرتا ہے وہ رد نہیں کی جاتی۔ ایک غیر مسلم وکیل نے اسلام قبول کیا، اور اس نے بارہا اپنی بیوی کو اسلام کی دعوت دی مگر بیوی نے انکار کیا، کچھ ہی عرصہ بعد رمضان کا مہینہ آیا، اس نے بیان کردہ حدیث سنی تھی، چنانچہ افطار کے وقت وہ اپنی بیوی اور بچوں کی ہدایت کیلئے مسلسل دُعا کرنا شروع کیا آخر کار ایک دن اچانک اسکی بیوی نے اس سے کہا کہ ٹھیک ہے مجھے بھی آپ کلمہ پڑھا دیجئے، میں بھی مسلمان بننا چاہتی ہوں۔ چنانچہ بیوی نے بھی اسلام قبول کر لیا، اس واقعہ کو ذہن میں رکھ کر اگر ہم بھی اس نو مسلم کی طرح یقین کر کے دعا کریں تو ہماری دعائیں بھی قبول ہو سکتی ہیں۔

رمضان کے روزہ کی اہمیت

رمضان کے روزہ کی اہمیت کا اندازہ ہم کو اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ عورتوں کیلئے ایام حیض و نفاس میں نماز جیسی عظیم الشان عبادت معاف ہے، حالانکہ تمام عبادتوں میں سب سے بڑی اور اہم عبادت نماز ہے، جو مسلم اور غیر مسلم میں فرق پیدا کرتی ہے، جنت کی کنجی ہے، مومن کی معراج ہے مگر پھر بھی معاف ہے، لیکن اس حالت میں بھی روزہ عورتوں کو معاف نہیں، بلکہ بعد میں قضا کرنا پڑتا ہے۔

روزہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی ہو سکتا ہے کہ کسی عبادت کے تعلق سے یہ نہیں فرمایا گیا کہ ”وہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا“، مگر روزہ جیسی عبادت پر

حدیث قدسی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ **الصَّوْمُ لِيْ وَآنَا أَجْزِيْ بِهٖ**۔ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود اس کا بدلہ دوں گا۔ ایک اور روایت میں اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر رمضان کی حقیقت معلوم ہو جائے تو تم چاہو گے کہ سال بھر رمضان ہی رہے۔

رمضان کے ایک فرض روزہ کا بدلہ عمر بھر روزے رکھنے کے برابر نہیں ہو سکتا

رمضان کا ایک روزہ بغیر کسی شرعی عذر کے چھوڑنے کا نقصان ناقابل تلافی ہے اور زندگی بھر مسلسل روزے رکھنا ایک رمضان کے فرض روزہ کے برابر نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی شرعی عذر یا مرض کے بغیر ایک روزہ بھی ترک کیا، ساری عمر کے روزے بھی اس کا کفارہ نہیں بن سکتے (مسند احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی، بخاری)

روزہ اور قرآن قیامت میں شفاعت کریں گے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزہ اور قرآن بندے کی سفارش کریں گے ”روزہ عرض کرے گا اے میرے پروردگار! میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روک رکھا تھا، آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما اور قرآن کہے گا کہ میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روک رکھا تھا، آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما، چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندے کے حق میں قبول فرمائی جائے گی اور خاص نوازشوں اور

اکرام سے اس کو نوازا جائے گا۔ (بیہقی، احمد، طبرانی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں روزے کی ابتداء

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں روزہ شروع دن ہی سے فرض قرار نہیں دیا گیا بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے روزے فرض ہونے تک باقاعدہ محرم کے دو روزے رکھا کرتے تھے اور چاند کی تیر ہوئی، چودہ ہوئی، پندرہ ہوئی تاریخ کو بھی آپؐ روزہ رکھا کرتے تھے جب لوگ ایمان کو اچھی طرح سمجھ گئے اور قرآن کے احکام سے مانوس ہو گئے تو بتدریج انہیں روزہ کی طرف راغب کیا گیا، چنانچہ ۲ھ میں رمضان کے روزے امت مسلمہ کیلئے فرض قرار دیئے گئے۔ شروع شروع میں رمضان کے روزوں کے سلسلے میں لوگوں کو اختیار دیا گیا تھا کہ چاہیں تو روزہ رکھیں یا روزے کے بدلہ میں ہر روز ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔ پھر اس اختیار کو ختم کر کے روزہ کا رکھنا لازم کر دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ اس اختیار سے صرف وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو روزہ رکھنے سے معذور ہوں۔ پورے قرآن میں صرف سورہ بقرہ میں اور وہ بھی ایک ہی جگہ پر روزہ کے فرض ہونے اور اسکے احکام بیان کر دیئے گئے ہیں، نماز، زکوٰۃ وغیرہ کو مختلف جگہوں پر بار بار بیان کیا گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں ۹ بار رمضان کے روزے رکھنے کا موقع ملا، رمضان کے مہینے میں آپؐ ہر قسم کی عبادتوں کو زیادہ سے زیادہ ادا فرماتے تھے۔ اسی مبارک مہینے میں آپؐ حضرت جبریل علیہ السلام سے قرآن سنتے اور سناتے تھے۔ اسی مہینے میں آپؐ اعتکاف بھی کرتے۔ اس مہینے میں آپؐ کی کیفیت کچھ اور ہی ہوتی تھی۔

رمضان کا مہینہ تمام مہینوں کا سرتاج ہے

اللہ تعالیٰ نے جب یہ کائنات بنائی تو مختلف چیزوں سے مختلف چیزوں کو زینت عطا

فرمائی اور افضل بنایا، آسمان کو ستاروں سے اور سیاروں سے، فضاؤں کو بادلوں اور پرندوں سے، زمین کو پودوں اور درختوں سے اور درختوں کو قسم قسم کے رنگین پھولوں، پھلوں اور پتوں سے سجایا، زمین کے مختلف خطوں کو خانہ کعبہ، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس جیسے مقدس مقامات سے، دنوں میں جمعہ کو افضل بنایا، راتوں میں شب قدر کو کتابوں میں قرآن مجید کو مہینوں میں رمضان کو اور رمضان میں روزوں کو فضیلت عطا فرمائی، اور اسی مہینہ میں قرآن مجید کو دنیا میں نازل فرمایا۔ اسلئے رمضان کا مہینہ بلاشبہ تمام مہینوں کا سر تاج ہے اور سردار ہے

رمضان تقویٰ اور پرہیزگاری کا موسم ہے

اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں مختلف موسم بنائے، چنانچہ سردی، گرمی اور برسات کے موسم الگ الگ بنائے، میوے ترکاریاں اور غلہ اناج کے موسم الگ الگ بنائے، اسی طرح ایمان والوں کیلئے تقویٰ کا ایک خاص موسم رمضان بنایا گیا۔ عقلمند، سمجھدار، دنیوی چیزوں کا تاجر اپنے اپنے کاروبار کی چیزوں کے موسم سے پورا پورا فائدہ اٹھاتا ہے اور پھر سال بھر سکون سے زندگی گزارتا ہے، اسی طرح ایمان والوں کیلئے رمضان کا موسم تقویٰ کا موسم ہے جو مسلمان اس موسم سے بھر پور فائدہ اٹھائے گا وہی سال کے گیارہ مہینے سکون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگا رہے گا۔ اگر کوئی دنیوی تاجر اپنے خاص موسم سے فائدہ نہ اٹھائے اور غفلت سستی اور لاپرواہی سے اس موسم کو گزاردے تو وہ سال بھر بہت زیادہ مشکلات اور پریشانیاں اٹھاتا ہے، بالکل اسی طرح جو مسلمان رمضان سے پورا پورا فائدہ نہیں اٹھایا اور غفلت، سستی اور نافرمانیوں سے اس مہینے کو گزاردے گا تو وہ بھی سال کے گیارہ مہینے اطاعت و فرمانبرداری میں دقت اٹھاتا رہے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ اس موسم کی تیاری رجب کے مہینہ ہی سے شروع کر دیتے تھے۔

رمضان پانے کے باوجود مغفرت حاصل نہ کر سکنے والے پر

بددعا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین،

اللہ کے رسولؐ نے اس مسلمان پر لعنت اور بربادی کا اعلان فرمایا جو رمضان جیسا مہینہ پائے اور اس سے فائدہ نہ اٹھائے۔ حضرت کعب بن عمیرہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ کے رسول ﷺ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین، جب دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، جب تیسرے درجہ پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی، حضورؐ نے فرمایا کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام آئے تھے (جب میں پہلے درجہ پر قدم رکھا تو) انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پائے پھر بھی اپنی مغفرت نہ کرائی، میں نے کہا آمین، پھر میں جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جسکے سامنے آپؐ کا ذکر مبارک آئے اور وہ درود نہ بھیجے، میں نے کہا آمین، جب تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جو اپنے والدین کو یا کسی ایک کو بڑھاپے میں پائے اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا آمین۔ (ترمذی) اس حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تین بددعائیں دی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں پر آمین کہی ہے۔ رمضان کا مہینہ عبادت اور تلاوت کا مہینہ ہے، ذکر الہی اور دعاؤں کا مہینہ ہے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد کو ذہنوں میں تازہ رکھنے کا مہینہ ہے اور زندگی کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالنے کا مہینہ ہے، تقویٰ اور پرہیزگاری کی مشق اور تربیت حاصل کرنے کا مہینہ ہے، ایمان کو طاقت پہنچانے کا مہینہ ہے۔ رمضان کا مہینہ جب آتا ہے تو نیکیوں کی بہار لے کر آتا ہے دن میں روزوں کے ذریعہ اور رات میں تراویح میں قیام کے ذریعہ جو فضا بنتی ہے اس سے نیکیوں، بھلائیوں اور اعمال صالحہ کو پروان چڑھانے کا بھر پور موقع ملتا ہے، نافرمانیوں اور برائیوں

روزہ ہم پر فرض کیوں کیا گیا؟

اب ذرا غور کیجئے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے ہم پر روزہ کیوں فرض کیا ہے؟ اور روزہ کو فرض کر کے اللہ کا منشاء اور حکمت کیا ہے؟ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی حکومت میں بجلی، پانی اور غلہ کی کمی ہو جاتی ہے تو وہ حکومت لوگوں سے اپیل کرتی ہے کہ ہفتہ میں ایک دن بجلی نہ جلائیں یا دن میں ایک مرتبہ ہی ٹل کا پانی استعمال کریں، لوگ فلاں دن بھوکے رہیں تاکہ جو کمی پیدا ہوگئی ہے وہ پوری ہو سکے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حکومت میں تو ایسی کوئی بات نہیں، کوئی کمی نہیں، کوئی قحط نہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر روزہ فرض کیوں کیا؟ کیا وہ زبردستی اپنے بندوں کو بھوکا پیاسا رکھنا چاہتا ہے؟ نہیں وہ تو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے، اسکے خزانے میں کوئی کمی نہیں نیز وہ تو اپنے نافرمان اور باغی بندوں کو بھی مرتے دم تک کھلاتا پلاتا ہے۔ تو پھر ذرا غور کیجئے کہ وہ ہم پر روزہ فرض کر کے ہم میں کیا چیز پیدا کرنا چاہتا ہے۔

روزہ کا مقصد سمجھنے سے پہلے اسلام کے معنی سمجھئے

روزہ کا مقصد سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ اسلام کے معنی ذہن میں رکھئے، اسلام کے معنی ہیں چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا، ایسی فرمانبرداری کرنا جو نفس کی اطاعت کیساتھ یا اپنے گمراہ سرداروں کی فرمانبرداری کے ساتھ یا اپنے بے دین حاکموں کی فرمانبرداری کے ساتھ کی جائے تو اسکا نام اسلام نہیں، اور فرمانبرداری صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ یا حج کی حد تک ہی نہیں، بلکہ ایسی فرمانبرداری جو ان عبادتوں کے بعد بھی جاری رہے چوبیس گھنٹے کی فرمانبرداری ہو، دن اور رات کی فرمانبرداری ہو، ہر قدم قدم پر فرمانبرداری ہو، زندگی کے ہر شعبہ میں فرمانبرداری ہو تو اس کا نام اسلام ہے۔ یعنی کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد اپنے آپکو پوری طرح اپنی مرضی اور خوشی سے اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے حوالے کر دینا اور صرف زبان ہی سے اسلام کا دعویٰ نہ کرنا دل و دماغ سے بھی اللہ تعالیٰ کی

کے کانٹوں کو کاٹنے اور سکھانے کا موقع ملتا ہے، گناہوں کو مٹانے کا موقع ملتا ہے، ہر چیز کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (مشکوٰۃ) جس طرح زکوٰۃ سے مال پاک ہوتا ہے اسی طرح روزہ سے روح پاک ہوتی ہے، انسان کا اندرون پاک ہوتا ہے، جس طرح پاک صاف پانی سے جسم کی غلاظت اور گندگی دھلتی ہے اور جسم پاک ہوتا، اسی طرح رمضان کے مہینے میں اگر روزہ حقیقت میں روزہ جیسا رکھا جائے تو روزوں کے ذریعہ ایک ایمان والے انسان کی زندگی، گناہوں کے میل کچیل اور ناپاکیوں سے صاف ستھری ہو کر نکھر آتی ہے اور تقویٰ کے راستہ پر لگ جاتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مہینہ رحمت و مغفرت کا مہینہ ہے، گناہوں سے نجات حاصل کرنے کا مہینہ ہے، جہنم سے آزادی حاصل کرنے کا مہینہ ہے، اس کا پہلا حصہ مغفرت والا ہے دوسرا نجات والا ہے اور تیسرا جہنم سے چھٹکارا دلانے والا ہے۔ اس مہینے میں جنت کے تمام دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں، مہینہ شروع ہوتے ہی سرکش شیطان قید کر دیئے جاتے ہیں، اس مہینے میں رزق بڑھا دیا جاتا ہے فرض کا ثواب ستر گناہ دیا جاتا ہے، نوافل کا ثواب فرض کے برابر دیا جاتا ہے، اس مہینے کی عظمت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ انسانیت کو ہدایت کا روشن چراغ قرآن مجید عطا کیا گیا جو قیامت تک کے لئے تمام انسانوں کی ہدایت اور کامیابی کی راہ بتلا نے والا ہے، اس مبارک مہینے میں انسانوں کو قرآن مجید کی شکل میں جو نعمت الہی ملی ہے اس سے بڑی نعمت کا تصور دنیا میں نہیں کیا جاسکتا، جس سے انسان صحیح معنی میں انسان بن سکتا ہے۔

رمضان کے مختلف نام آئے ہیں

اس کا مشہور نام رمضان ہے، اسے روزے کا مہینہ (شہر الصوم) قرآن کا مہینہ (شہر القرآن) صبر کا مہینہ (شہر الصبر) مبارک مہینہ (الشہر المبارک) ہمدردی کا مہینہ، اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کرنے کا مہینہ، اللہ کا مہینہ اور مہینوں کا سردار بھی کہا گیا ہے

اطاعت و فرمانبرداری کرنا، ہاتھوں اور پیروں سے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا، غرض جسم سے اور اس سے نکلنے والے ہر عمل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے کا نام اسلام ہے۔

روزہ کا مقصد سمجھنے سے پہلے انسان کی زندگی کا مقصد کیا ہے؟

اسے بھی سمجھئے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد ہے: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (پ ۲۷)۔ ترجمہ: ”میں نے جن و انسان کو نہیں پیدا کیا مگر اپنی عبادت کیلئے“ اس آیت سے ہمیں یہ بات آسانی سے معلوم ہو جاتی ہے کہ دُنیا میں تمام انسانوں کی زندگی کا مقصد عبادت ہے۔ اب ہمیں سب سے پہلے یہ سمجھنا ہے کہ عبادت کسے کہتے ہیں؟ عبادت صرف نماز پڑھنے، روزہ رکھنے یا حج کرنے یا زکوٰۃ دینے ہی کا نام نہیں عبادت دراصل نکلا ہے عبد سے اور عبد کے معنی بندے اور غلام کے ہیں۔ اسلئے عبادت کے معنی بندگی اور غلامی کے ہیں، انسان جب عبد یعنی بندہ بن کر پیدا ہوا ہے تو بندے کا کام ہے کہ وہ اپنے معبود ہی کی عبادت و بندگی کرتا رہے، معبود کے علاوہ کسی اور کی غلامی نہ کرے یعنی چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ ہی کی بندگی و غلامی کرتا رہے۔ کوئی بھی انسان صرف نماز ادا کر کے یا حج کر کے یا روزہ رکھ کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کی بندگی کر لی ہے، اب وہ آزاد ہے جیسا چاہے رہ سکتا ہے ایسا نہیں بلکہ نماز ادا کرنے کے بعد زندگی کے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر زندگی گزارنا بندگی و عبادت ہے، یعنی جب وہ چوبیس گھنٹے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے تو چوبیس گھنٹے بندگی میں رہنا ہوگا انسان کا کمانا، خرچ کرنا، شادی کرنا، دوستی اور دشمنی کرنا، نوکری اور تجارت کرنا، اٹھنا بیٹھنا، کھانا، پینا، سونا جاگنا وغیرہ وغیرہ۔ غرض سارے کے سارے کاموں میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا عبادت و بندگی کہلاتا ہے، جب انسان اللہ تعالیٰ کا پیدائشی غلام ہے اور اس کی زندگی کا مقصد ہی عبدیت اور بندگی ہے تو انسان کو اپنی تمام عمر اللہ تعالیٰ کی عبادت ہی میں

خرچ کرنی چاہیے اور کبھی ایک لمحہ کیلئے بھی اسکو عبادت اور بندگی سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ یہ بھی یاد رہے کہ دُنیا کو یا دُنیا کی چیزوں کو ترک کر کے اور جنگلوں میں سنیاں لیکر زندگی گزارنے کا نام عبادت نہیں بلکہ اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ دنیا میں رہو، دنیا کے لوگوں کے ساتھ زندگی گزارو، نوکری کرو، اور تجارت کرو، شادی بیاہ کرو، کھاؤ پیو، بیوی بچوں کو پالو، لوگوں کی اصلاح کرو، انکی کڑوی کھلی باتوں کو سنو، مصیبتوں اور پریشانیوں کو برداشت کرو، سچ بولو، عدل و انصاف کرو، دنیا کی تمام نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے مطابق استعمال کرو، غرض دنیا میں رہو۔ لیکن دنیا کو دین کے مطابق استعمال کرو، اسی کا نام عبادت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ تعلیم دی ہے کہ میرا طریقہ یہ نہیں ہے کہ انسان غیر فطری طریقوں پر اپنے جسم و جان کو مشقتوں میں ڈالے اور ان کے تقاضے پورے نہ کرے بلکہ میری سنت یہ ہے کہ جسم و جان کا ہر فطری تقاضا شرعی توازن کے ساتھ پورا کیا جائے۔ یعنی دنیا کے کاروبار میں رہ کر اللہ تعالیٰ کے قانون اور حکموں کی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کے مطابق پابندی کرنا عبادت ہے اور دُنیا کی آسائشوں میں رہ کر خدا سے غافل ہو جانا غلامی اور بندگی سے دور رہنا ہے، کوئی بھی انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں چند گھنٹوں یا چند منٹوں کیلئے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کے بعد باقی وقت میں اس کا بندہ نہیں، اسی طرح کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں اتنا وقت اللہ کی عبادت میں خرچ کروں گا اور اس کے بعد باقی اوقات میں مجھے بالکل آزادی ہے کہ جو چاہوں کرتا پھروں۔ اس تشریح کی روشنی میں ہمیں یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ اسلام کے معنی بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے ہیں اور انسان کی زندگی کا مقصد بھی عبادت و بندگی ہے۔ چنانچہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں، دونوں ایک ہی ہیں۔ بس اسی مقصد کی تیاری کیلئے مسلمانوں پر نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو فرض کیا گیا ہے، دُنیا میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو اپنے ماننے والوں کو ایک خاص ڈھنگ اور طریقے سے اپنے مالک و پروردگار کی بندگی و عبادت کی مشق اور تربیت کراتا ہے۔ اس نے اہل ایمان کی تربیت کا مسلسل اور مستقل بندوبست کیا ہے اور دین کے جو ستون قائم کیا ہے، اس سے پوری اسلامی زندگی کو وجود میں لانا مقصد ہے

مگر افسوس اس بات کا ہے کہ قرآنی تعلیمات سے دور ہونے اور علم دین حاصل نہ کر نیکی وجہ سے اکثر مسلمان نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کو بڑی بڑی فرض اور ضروری عبادتیں تصور کر کے اپنے ذہنوں میں یہ بات بیٹھالیتے ہیں کہ عبادت صرف ان چار چیزوں ہی کا نام ہے بس دین اتنا ہی ہے اس کے بعد جیسا چاہے زندگی گزار لی جاسکتی ہے، صرف نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج رب چاہے انداز پر ادا کرتے ہیں، زندگی کے باقی تمام کاموں کو من چاہے انداز میں کرتے رہتے ہیں، انکے نزدیک نماز تو عبادت ہوتی ہے، کاروبار عبادت نہیں، روزہ تو عبادت ہے، شادی بیاہ، عبادت نہیں، حج تو عبادت ہے، کھانا کھانا، پانی پینا، کپڑے پہننا، پردہ کرنا وغیرہ عبادت نہیں، انکو یہ بات معلوم ہی نہیں ہے کہ کلمہ ایمان کے بعد ان ہی چار ستونوں کے ذریعہ چوبیس گھنٹوں کی اسلامی زندگی تعمیر ہوتی ہے۔ ان ہی چار ستونوں سے ہم اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبدیت کی مشق اور تربیت حاصل کرتے ہیں اور عبدیت کے کمال پر ترقی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کیلئے بندگی و عبدیت کی تربیت اور مقصدِ زندگی پر چلانے کا جو نظام رکھا ہے اس میں نماز دن میں پانچ مرتبہ تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ہر مسلمان کو اپنی طرف بلائی اور یاد دلاتی ہے کہ تم اللہ کے بندے ہو، اسی کی بندگی اور عبدیت کیلئے ہی پیدا کئے گئے ہیں اور انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ کا ناشکرہ بندہ بن کر نہ رہے بلکہ شکر گزار بندہ بن کر رہے زکوٰۃ ہم کو یاد دلاتی ہے کہ یہ مال جو ہم نے کمایا ہے اس کا مالک اور عطا کر نیوالا اللہ تعالیٰ ہے، مال کو اپنی مرضی پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر خرچ کرنا ہوگا اور انسان کو مال سے نہیں اللہ سے محبت کرنا ہے اور مال کا نہیں اللہ کا بندہ بننا ہے، مال کی پوجا نہیں اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ حج حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوت اور قربانیوں کو یاد دلا کر اللہ تعالیٰ کے واحد یکتا اور اکیلا ہونے کا یقین پیدا کرتا ہے اور خدا ہی کی محبت، بزرگی اور کبریائی کا ایسا نقش بٹھاتا ہے کہ اگر ایک مرتبہ وہ بیٹھ جائے تو انسان پر اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبدیت کا رنگ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چڑھ جاتا ہے۔

اسی طرح روزہ بھی ہر سال ایمان والوں کی زندگی میں آ کر اللہ تعالیٰ کی بندگی اور

عبدیت کی مشق کرواتا اور چوبیس گھنٹے کی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلانے کی تربیت دلاتا ہے تاکہ ایک مسلمان شعور آنے کے بعد زندگی کے ہر قدم اور ہر گھڑی میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور غلام بن کر رہے اور اسکی تمام زندگی عبادت بن جائے۔

کوئی انسان دن میں پانچ مرتبہ نماز ادا کر کے اور رمضان میں تیس دن تک روزہ رکھ کر اور سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ ادا کر کے اور زندگی میں ایک بار حج ادا کر کے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے اللہ کی بندگی اور غلامی کا حق ادا کر دیا ہے اور اب میں بندگی اور غلامی سے آزاد ہوں، اب جو چاہوں کرتا پھروں، ایسا نہیں۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا اور نہ اسکو کہنے کا حق ہے، انسان پیدا ہی عبد ہوا ہے اور اسے دنیا سے جانے تک ہر لمحہ ہر گھڑی عبدیت اور بندگی ہی میں اپنی زندگی گزارنی ہے، اسلئے دنیا سے اسکی زندگی ختم ہونے تک یہ تمام عبادتیں بار بار اسکے سامنے آتیں اور اسکو باقاعدہ بندگی اور عبدیت کی مشق کرا کر اسکو عبادت گزار بندہ بنا دیتی ہیں تاکہ انسان بھر اپنے مقصدِ زندگی سے ہٹنے نہ پائے اور اسلام پر زندگی گزار سکے۔ آئیے اس تشریح کی روشنی میں ہم یہ دیکھیں کہ روزہ کس طرح انسان کو عبادت و بندگی کیلئے تیار کراتا ہے اور روزہ میں انسان کو اطاعت و فرمانبرداری کی تربیت حاصل کرنے کیلئے کن کن چیزوں کی مشق کرنی پڑتی ہے۔

روزہ کی اصل رُوح

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔

یعنی جس نے رمضان کا روزہ رکھا ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (مسلم)

قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق پچھلی تمام امتوں میں روزہ فرض تھا البتہ ان کی تعداد اور ان کے اوقات اور احکام الگ الگ تھے اور آج بھی اہل کتاب کے علاوہ مشرک

تو میں روزہ کا اہتمام کرتی ہیں، اور کسی نہ کسی شکل میں روزہ رکھتی ہیں، اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ خاص طور پر لفظ ایمان اور احتساب کا ذکر فرمایا اس سے صاف طور پر یہ تعلیم ملتی ہے کہ روزہ حالت ایمان میں رکھنا ضروری ہے یوں تو اللہ تعالیٰ کی تمام اطاعتیں حالت ایمان ہی میں قبولیت کا درجہ پاتی ہیں اور ہر وہ عمل جو حالت ایمان کے بغیر کیا جاتا ہے وہ نہ نیک عمل کہلاتا ہے اور نہ بارگاہ خداوندی میں قبولیت کا درجہ پاتا ہے اور نہ آخرت میں اجر و ثواب کا مستحق بنتا ہے، غیر مسلم لوگ جو روزوں کا اہتمام کرتے ہیں وہ اپنے روزوں میں بڑی مشقتیں بھی اٹھاتے ہیں مگر چونکہ صحیح ایمان کے بغیر مشرکانہ عقائد کے ساتھ وہ روزہ رکھتے ہیں اس لئے ان کو روزوں پر کوئی اجر و ثواب نہیں ملے گا ان کی وہ مشقتیں بے کار جائیں گی اس لئے موجودہ زمانے کے مسلمانوں کو روزہ رکھنے سے پہلے اپنے ایمان کا جائزہ لینا چاہئے، اسلام نے قیامت تک آنے والے انسانوں کو صحابہ جیسا ایمان لانے کی شرط رکھی ہے اس لئے ہر زمانے کے مسلمانوں کو صحابہ جیسا ایمان بنانا ضروری ہے اگر کسی کا ایمان صحابہ جیسا نہ ہو تو پھر وہ صحیح معنوں میں مسلمان نہیں کہلا سکتا اور اس کی ہر وہ عبادت بیکار ہو جائے گی جو وہ اسلام کی پابندی میں مسلمانوں کے ساتھ ادا کرتا رہے، اس حدیث میں حضور ﷺ کا اشارہ لفظ ایمان کے ذریعہ شاید منافقوں کی طرف بھی ہے اور قیامت تک آنے والے صحیح ایمان نہ رکھنے والوں کی طرف بھی ہے، منافق لوگ ایمان صحیح نہیں رکھتے تھے مگر نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج سبھی چیزوں کی پابندی کرتے تھے اس لئے موجودہ زمانے کے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے عقیدہ فکر اور خیالات میں سے ہر قسم کے شرکیہ عقائد و نظریات سے توبہ کریں اور صحابہ جیسا خالص ایمان اپنے اندر پیدا کر کے روزوں کا اہتمام کریں، عام طور پر واعظین مسلمانوں کے سامنے اس حدیث کو پڑھتے تو ضرور ہیں مگر اس نقطے کی طرف توجہ نہیں دلاتے جس کی وجہ سے مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد شرکیہ عقائد رکھتے ہوئے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دوسرے اعمال کا اہتمام کرتی ہے، ایمان روزے کی اصل روح ہے اس روح کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، روح کے بغیر جسم مردہ ہوتا ہے۔

روزے کے تین بڑے مقاصد

اسلام میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جو عبادتیں فرض کی گئیں اس کی حکمت اور مصلحت یہ بھی ہے کہ انسان اسلام کے پورے احکام کا پابند بن جائے اور اسلام پر زندگی گزارنے کے قابل ہو جائے، یوں تو روزے کے بہت سارے مقاصد اور حکمتیں نظر آتیں ہیں۔ مگر حسب ذیل تین بڑے مقاصد کو ذہن میں رکھ کر روزے رکھے جائیں۔ جس کو قرآن مجید نے تین مختصر جملوں میں بیان کیا ہے۔

(۱) **وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدٰكُمُ** (بقرہ: ۱۸۵) ”تا کہ اللہ نے جو تم کو ہدایت کی ہے اس پر اس کی بڑائی اور عظمت ظاہر کرو“۔

(۲) **وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** (بقرہ: ۱۸۵) ”تا کہ اس ہدایت کے ملنے پر تم خدا کا شکر کرو“۔

(۳) **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** (بقرہ: ۱۸۵) ”تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ“
ان آیات کی روشنی میں روزے کے تین بڑے مقاصد ہونگے۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی بڑائی و محبت اور اللہ تعالیٰ کی خاطر روزہ رکھا جائے
(۲) قرآن مجید کے نازل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کیلئے روزہ رکھا جائے۔

(۳) تقویٰ اور پرہیزگاری حاصل کرنے کیلئے روزہ رکھا جائے:

ان کے علاوہ روزہ کے اور بہت سے مقاصد اور حکمتیں ہیں:

✽ روزہ کے ذریعہ انسان کو ایمان تازہ و مضبوط کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے
✽ روزہ کے ذریعہ انسان کے دل و دماغ پر اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا غلبہ بہت زیادہ بیدار ہوتا ہے۔

- ✽ روزہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی صفات سمیع، بصیر، علیم، وخبیر کا احساس جگایا جا رہا ہے
- ✽ روزہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا ڈر خوف خشیت و محبت، ادب اور تعظیم سکھائی جا رہی ہے
- ✽ روزہ میں ہر کام اخلاص کے ساتھ کرنے کی مشق کرائی جا رہی ہے۔
- ✽ روزہ کے ذریعہ آخرت کی یاد اور اجر و ثواب کا تصور تازہ کیا جاتا ہے۔
- ✽ متقی اور پرہیزگار بنانے کے لئے روزہ میں جسم کے تمام اعضاء کا استعمال اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق کرنے کی مشق اور تربیت کرائی جاتی ہے۔
- ✽ روزہ کے ذریعہ روح کو طاقتور بنا کر جسم پر غلبہ اور گرفت قائم کرنے کی مشق اور تربیت کرائی جا رہی ہے۔
- ✽ روزہ کے ذریعہ صبر کی مشق اور تربیت کرائی جا رہی ہے۔
- ✽ روزہ کے ذریعہ تزکیہ نفس کا فطری انتظام کیا گیا۔
- ✽ روزہ کے ذریعہ امت مسلمہ میں داعی کی صفات پیدا کرائی جا رہی ہیں
- ✽ روزہ کے ذریعہ ہر موسم میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے قابل بنانے کی تربیت اور مشق کرائی جا رہی ہے۔
- ✽ روزہ کے ذریعہ قرآن مجید پر عمل کرنے کی تربیت کرائی جا رہی ہے
- ✽ روزہ شیطان سے مقابلہ کرتے ہوئے اللہ کی اطاعت و غلامی کی زبردست مشق ہے
- ✽ روزہ کے ذریعہ غیبت، جھوٹ، لڑائی جھگڑا، بے حیائی و بے شرمی، فحش کلامی جیسے اعمال خبیثہ سے بچنے کی مشق و تربیت کرائی جا رہی ہے۔

- ✽ روزہ میں وقت کی پابندی کی زبردست مشق و تربیت کرائی جا رہی ہے
 - ✽ روزہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بہت زیادہ احساس بڑھتا ہے۔
 - ✽ روزہ میں حرام کاموں سے بچنے اور حرام مال سے دور رہنے کی مشق و تربیت کرائی جا رہی ہے۔
 - ✽ روزہ کے ذریعہ مساوات انسانی کی تربیت و مشق کرائی جا رہی ہے۔
 - ✽ روزہ کے ذریعہ اتحاد و اتفاق کی تربیت و مشق دی جا رہی ہے۔
 - ✽ روزہ کے ذریعہ اجتماعی نظام زندگی کی تربیت کی جا رہی ہے۔
 - ✽ روزہ کے ذریعہ غم گساری ہمدردی اور بھائی چارگی کی تعلیم دی جا رہی ہے۔
 - ✽ روزہ کے ذریعہ غریبوں کی بھوک اور پیاس کا احساس دلایا جا رہا ہے
 - ✽ روزہ کے ذریعہ مصیبت و پریشانی و تنگی کے حالات کا مقابلہ کرنے کی مشق و تربیت دلائی جا رہی ہے۔
 - ✽ روزہ کے ذریعہ جسم کو نئی توانائی دی جا رہی ہے اور جسم کی گندگی اور بیماریوں کو صاف کیا جا رہا ہے۔
 - ✽ سب سے بڑی چیز یہ کہ روزہ کے ذریعہ اسلام پر چلنے کی مشق اور پریکٹس کرائی جا رہی ہے۔
 - ✽ روزہ کے ذریعہ انسان کو مقصد زندگی کے تحت زندگی گزارنے کی مشق اور تربیت کرائی جا رہی ہے۔
- ہم یہاں روزہ کی تمام حکمتیں بیان نہیں کر سکتے صرف اسلام کے روزوں کی اہمیت اور حقیقت کو سمجھانے کے لئے یہ چند مقاصد اور حکمتیں بیان کی گئیں ہیں تاکہ ایک مسلمان روزوں کے ذریعہ ہونے والے اللہ کے احسانات و انعامات اور فضل کو سمجھیں اور جذبہ شکر کے ساتھ روزوں کا اہتمام کرنے والا بنے اور ان تمام مقاصد اور حکمتوں کو ذہن میں رکھ کر دنیا

کی دوسری قوم کو اسلام کی صحیح تصویر پیش کرنے کی فکر کریں۔ اور سمجھائیں کہ اسلام جیسی خوبیاں اور کمالات دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں اور نہ دوسری قومیں روزوں سے ان تمام چیزوں کی مشق اور تربیت حاصل کر سکتی ہیں، دوسری قومیں حالتِ روزہ میں ان تمام چیزوں کی مشق و تربیت نہیں کرتیں اس لئے ان میں روحانیت پیدا نہیں ہو سکتی، جو مسلمان بھی ان چیزوں کی مشق نہیں کرے گا وہ اپنے اندر روحانیت پیدا نہیں کر سکتا۔

انسان کی فطرت کے مطابق روزہ کی مشق اور تربیت کرائی جا رہی ہے:

انسانوں کی یہ فطرت اور عادت ہوتی ہے کہ وہ جس چیز کی مشق اور پریکٹس زیادہ کرتا ہے اسی کا عادی، اسی کا ماہر اور اسی کو زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا لیتا ہے مثلاً دنیا کی زندگی میں جب ایک انسان کھیلوں میں فٹبال، کرکٹ، باکسنگ کی دن رات پریکٹس کرتا ہے تو وہ ان کھیلوں میں ماہر بن جاتا ہے اور دن رات اس پر اسی کھیل کا غلبہ چھایا ہوا رہتا ہے، اسی طرح انسان شیطان کے بہکاوے میں آکر ناچنے گانے ایکٹنگ کرنے ریس کھیلنے یا جو کھیلنے یا گالی دینے کا عادی بنتا ہے تو گالیاں اس کی تکیہ کلام بن جاتی ہیں اور وہ ناچنے گانے، ایکٹنگ کرنے میں ماہر بن جاتا ہے غرض انسان کو اگر اچھائی کی مشق اور پریکٹس کرائی جائے تو اچھائی کا ماہر بنتا ہے اور اگر برائی کی مشق و پریکٹس اس کو زیادہ ملے تو وہ برائی میں ماہر بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کی اسی فطرت کے مطابق سال میں ایک مہینہ نیکی کی پریکٹس، جنت والے راستہ پر چلنے کی پریکٹس تقویٰ اور پرہیزگاری کی پریکٹس کروا کر اس کو نیک اور جنتی بنانا چاہتا ہے تاکہ وہ اچھائی کا اور نیکی کا ماہر بن جائے اور اسے برائیوں سے گناہ سے جہنم کے راستے سے نفرت ہو جائے اس لئے روزہ انسانوں میں اسلام پر چلنے اور تقویٰ پیدا کرنے کی ایک زبردست فطری مشق اور پریکٹس ہے تاکہ وہ اللہ کی عبدیت اور بندگی کا عادی بن جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی عبدیت اور بندگی کا غلبہ چھایا جائے اور وہ اللہ کی نافرمانی اور بغاوت سے گھبرائے، دور رہے اس قسم کی پریکٹس اور مشق کا طریقہ دنیا کے کسی دوسرے مذہب میں نہیں

وہ جو کچھ اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں وہ اپنے ماننے والوں کو اس کی تربیت مشق اور پریکٹس نہیں کرواتے اور نہ ان کے پاس اعمال رزیلہ سے بچا کر اعمالِ حسنہ پیدا کرنے کا کوئی تربیتی پروگرام ہے، اسلام دن میں پانچ مرتبہ نماز فرض کر کے بار بار اسی کی مشق کرواتا سال میں ایک مرتبہ زکوٰۃ ادا کروا کر انسانوں کی ہمدردی و فکر کرنے کی اور صرف اللہ ہی کا بندہ بننے کی اور زندگی میں ایک مرتبہ حج کے ذریعہ اللہ کی محبت میں جینے کی مشق اور سال میں ایک مرتبہ مسلسل تیس دنوں تک اللہ کی عبدیت و بندگی کی مشق کرواتا ہے۔

خالص اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو ظاہر کرنے کیلئے روزہ رکھا جائے

دنیا کی دوسری قومیں روزہ یا تو مذہبی رسم و رواج کی خاطر رکھتی ہیں یا کسی خاص دن کی عظمت اور یاد کی خاطر رکھتی ہیں یا پھر بُتوں کی محبت اور پرستش کے لئے رکھتیں ہیں یا باپ دادا کی اندھی تقلید میں ہر ہفتہ کا اپوا س کرتی ہیں یا اُن کے باپ دادا پر کوئی مصیبت کو یاد کرنے کیلئے روزہ رکھتی ہیں، اور بہت سے لوگ عبادت تو بعد کی چیز سمجھ کر صرف جسم کی تندرستی کی خاطر روزہ رکھتے ہیں مگر مسلمان خالص اللہ تعالیٰ کیلئے اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کے حکم میں روزہ رکھتے ہیں اور اپنے روزے سے اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی کو ظاہر کرتے ہیں کہ اُن کے نزدیک سب سے زیادہ محبت و عزت اور سب سے زیادہ ادب و احترام اور سب سے زیادہ اطاعت و بندگی کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ اُسی عظمت و بڑائی کو ذہن میں رکھ کر گرمی، سردی، اور برسات کی کچھ پرواہ نہیں کرتے، چاہے گرمی کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو پیاس کی شدت اور بھوک کی تڑپ کتنی ہی پیدا ہو جائے، چاہے دن کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو وہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ ہی کو بڑا ماننے کا ثبوت دیتے ہیں۔

قرآن مجید جیسی عظیم الشان نعمت کے ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا

کرنے کیلئے روزہ رکھا جائے

مومن یہ تصور رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آخری وحی قرآن مجید کو نازل کر کے اس کو سب سے اونچا اور اعلیٰ علم عطا فرمایا اور دنیا کی تمام قوموں کے مقابلے اس کو سب سے بڑے علم سے نوازا، وہ یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل کر کے اُس کو دنیا و آخرت کی بلندی حاصل کرنے کے قابل بنا دیا اور قرآن مجید کے ذریعہ اس کو پُر سکون، عزت، دارِ اعلیٰ تہن، عمدہ تہذیب والی زندگی عطا فرمایا۔ اور وہ شیطان بننے سے بچا لیا گیا، اسی علم کے ذریعہ وہ دنیا کی دوسری قوموں کے لئے استاد اور رہبر بنا لیا گیا، چنانچہ وہ اس نعمتِ عظیمی کی قدر و عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور بڑائی کیلئے روزوں کا اہتمام کرتا ہے اور اپنے قول و فعل، اپنے ظاہر و باطن اپنے رات و دن کے ہر عمل سے اس حقیقت کا اظہار و اعلان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے احکام سے بڑی اس کے نزدیک اس دنیا میں کوئی چیز نہیں ہمیں روزہ رکھ کر اس احسان کا شکر ادا کرنا چاہیے جس کا قرآن مجید میں ان الفاظ میں اشارہ دیا گیا **وَلْتَكْبُرُوا لِلَّهِ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** (بقرہ: ۱۸۵) ”اور (یہ رمضان کا روزہ) اسلئے فرض ہوا تاکہ تم اللہ کی بڑائی کرو کہ تم کو اس نے ہدایت دی اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔“

اسی ہدایت خداوندی اور کتاب الہی کے عطیہ پر یہ شکر گزاری ظاہر کرنے کیلئے دن میں قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس مہینہ سرکش شیاطین کو بند کر کے زیادہ سے زیادہ قرآن مجید پر عمل کر کے چلتی پھرتی مثال بننے کی تربیت حاصل کرنے کا موقع عطا فرمایا اور اس مہینہ کی راتوں میں پوری وحی الہی کو تھوڑا تھوڑا نمازوں (تراویح) میں پڑھتا اور سنتا ہوا اللہ تعالیٰ کے احکام کو جانتا ہے اور اس مہینہ کے ختم پر اللہ اکبر اللہ اکبر کی تسبیح کا ترانہ بلند کرتے ہوئے عید گاہوں میں مختلف راستوں سے جاتا اور خوشی و مسرت کے ولولوں کے ساتھ عید کا دو گانہ شکر ادا کرتے ہوئے واپس ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ روزوں کے ذریعہ ایمان والوں کو متقی بنانا چاہتا ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ** (پ ۲ رکوع ۷) ترجمہ:- اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے پچھلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے، امید کہ تم متقی (پرہیزگار) بن جاؤ۔

اس آیت کی روشنی سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کی اصل رُوح اور جان تقویٰ ہے اللہ تعالیٰ ہم پر روزے فرض کر کے ہمیں متقی اور پرہیزگار بنانا چاہتا ہے اور متقی پرہیزگار بننے سے ہی ہم اپنی زندگی کے مقصد کے تحت چل سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بندگی اور غلامی کر سکتے ہیں، گویا روزے میں اہل ایمان کو زندگی کے مقصد کے تحت چلنے کی مشق کرائی جا رہی ہے تاکہ ہم اپنے مالک کے اطاعت گزار اور فرمانبردار بندے بن جائیں اور اسلام پر زندگی گزار سکیں، اطاعت و فرمانبرداری کیلئے تقویٰ اور پرہیزگاری ضروری ہے

روزہ شیطان اور نفس سے مقابلہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی

اطاعت و غلامی کی زبردست مشق و تربیت ہے۔

دنیا کی ہر حکومت کی ایک فوج ہوتی ہے اور ہر حکومت اپنی فوج کو میدان جنگ میں لڑنے کے قابل بنانے کیلئے ایک پروگرام کے ساتھ اسکی تربیت کا مستقل انتظام کرتی ہے تاکہ فوج دشمن سے لڑنے کے پورے طریقوں سے واقف رہے۔ اس پروگرام کے مطابق انکو ہر روز پریڈ اور لڑائی کی مشق کرائی جاتی ہے جسمیں گولی چلانا، بھوکے پیاسے رہنا پہاڑوں پر چڑھنا، ندی نالے اور دریاؤں کو عبور کرنا، زخمی ساتھیوں کی مرہم پٹی کرنا، زمین میں گڑھے کھودنا اور سامان لے کر دوڑنا وغیرہ وغیرہ سکھایا جاتا ہے، تاکہ میدان جنگ کے

تمام حالات کا مقابلہ ایک فوجی آسانی سے کر سکے اور میدان جنگ میں ناکام نہ ہونے پائے۔ (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں) بالکل اس طرح پروردگارِ دو عالم نے اپنے ایمان والے بندوں کیلئے دنیا کی اس امتحان گاہ میں مقصدِ زندگی کو سامنے رکھ کر شیطان سے، نفس سے ہر بُرائی اور گناہ سے مقابلہ کرنے کیلئے اور بندگی و غلامی کی تربیت دینے کیلئے ہر سال گیارہ مہینوں کے بعد ایک مہینہ کے روزوں کو فرض کیا ہے تاکہ اہل ایمان تمیں دنوں تک شیطان اور نفس سے مقابلہ کرتے ہوئے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی مشق اور تربیت حاصل کر کے دُنیا کے میدان جنگ میں شیطان سے، نفس سے اور ہر بُرائی سے مقابلہ کرنے کے قابل بن سکے اور اسلام پر زندگی گذار سکیں۔ اب اگر ایک فوجی ہر روز پریڈ میں پوری مشق تو کرتا رہے مگر جنگ کے دوران دشمن سے دوستی کر لے اور اپنے ملک کے ساتھ بغاوت کرے تو اس کیلئے ہر روز کا پریڈ کوئی فائدہ مند نہیں ہوگا اور حکومت اس فوجی پر بغاوت کا مقدمہ دائر کر کے اسکو سزا دیگی۔ بالکل اسی طرح اگر ایک انسان رمضان میں تو باقاعدہ روزوں کے ذریعہ اللہ کی اطاعت و غلامی کی مشق کرتا رہے مگر غیر رمضان میں اور دنیا کے میدان میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی جنگ کے دوران شیطان سے جو انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے، دوستی کر لے، شیطان کی مرضی پر زندگی گزارتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت جان بوجھ کر کرے اور اسلام کے خلاف چلے تو پھر ایسے باغی انسان کو بھی اس فوجی کی طرح مجرم ٹھہرایا جاسکتا ہے اور ایسے انسان کو روزے کے ذریعہ سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسکو جہنم میں سزا دے سکتا ہے؛ بس روزہ شیطان سے مقابلہ کی تربیت، مشق اور پریڈ ہے اور اسی پروگرام کا ایک حصہ ہے، رمضان میں سرکش شیاطین بند کر دیئے جاتے ہیں۔

روزہ سے ایمان والے میں اللہ کا ڈر خوف اور محبت پیدا ہوتی ہے

روزہ میں مسلمان اللہ ہی کی محبت اور ڈر خوف سے ہر قسم کی نفسانی خواہشات سے

بچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کر کے اللہ کا ادب و احترام اور تعظیم کرتا ہے روزہ دار جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و غلامی اور ادب و تعظیم کرتا ہے اس میں اتنی ہی اللہ کے ساتھ محبت بڑھتی ہی رہتی ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و غلامی کے لئے ڈر خوف اور محبت دونوں کا ہونا ضروری ہے اور یہ ایمان والے کو حالتِ روزہ میں تیس دنوں تک زبردست طریقہ سے مشق و تربیت سے ملتی ہے وہ اللہ کے لئے بھوکا رہتا اللہ کی محبت میں پیاسا رہتا اللہ کی محبت میں نیند چھوڑتا اور سحری کرتا اور اللہ کی محبت میں اپنی بیوی سے دور رہتا اور اللہ کی محبت میں اپنے جسمانی تمام اعضاء اللہ کی مرضی پر استعمال کرتا حالتِ روزہ میں بے حیائی بے شرمی فحش گفتگو سے پرہیز کرتا اور بھوکا رہ کر افطار کے وقت دعاؤں میں ایک خاص امید کے ساتھ اللہ کو پکارتا دن بھر کسی نہ کسی ذکر سے اللہ کو یاد کرتا ہے روزہ سے اس میں روحانیت بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے اور شیطانی نیت مرتی ہوئی نظر آتی ہے اور وہ روزہ میں نیکیوں سے محبت کرنا سیکھتا اور برائیوں سے نفرت کرنے والا بنتا ہے اس سے اس میں اللہ کا ڈر خوف اور محبت پیدا ہوتی ہے اور وہ سب سے زیادہ اسی سے محبت کرنے والا بنتا ہے۔ دنیا میں ایک خوف سانپ، بچھو اور شیر کا ہوتا ہے۔ اس خوف کو خشیت نہیں کہتے، کیونکہ اس خوف میں کوئی ادب و احترام، تعظیم اور محبت نہیں ہوتی، دوسرا خوف استاذِ باپ اور شوہر کا ہوتا ہے، اس خوف میں ادب و احترام اور محبت و تعظیم ہوتی ہے، اسلئے اس خوف کو خشیت والا خوف کہتے ہیں (مثال رہبری کیلئے ہے برابری کیلئے نہیں) اللہ تعالیٰ کے ساتھ ڈر اور خوف میں مخلوقات کے ڈر اور خوف میں زمین آسمان کا فرق ہے، انسان دُنیا کی چیزوں سے جتنا زیادہ ڈرتا اور خوف کھاتا ہے تو اتنا ہی ان چیزوں سے دور رہتا ہے اور خدا سے جتنا زیادہ ڈر اور خوف کرتا ہے اتنا ہی وہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہو جاتا ہے، چنانچہ اسی خشیت والے خوف کی وجہ سے وہ اپنے ماں باپ، استاذِ سر دار، بادشاہ اور شوہر سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا ادب و احترام اور تعظیم کرتا ہے۔

حالت روزہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات سمیع، بصیر، علیم وخبیر کا

مومن پرز بردست غلبہ چھایا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات کا انسانوں پر مختلف انداز سے اثر ہوتا ہے، کچھ صفات سے ان کے عقائد، فکر اور خیالات کی اصلاح ہوتی ہے کچھ صفات سے بندے میں اپنے مالک سے محبت بڑھتی ہے، کچھ صفات سے ڈر خوف اور پکڑ اور جواب دینے کا احساس بڑھتا ہے اور کچھ صفات سے بندے کے اعمال درست ہوتے ہیں، چنانچہ حالت روزہ میں اللہ تعالیٰ کی صفات سمیع، بصیر، علیم وخبیر کا ایمان والے پرز بردست غلبہ چھایا رہتا ہے، ایک ایمان والا اپنے دل و دماغ میں بھی برا خیال، گندی اور ناپاک باتیں نہیں آنے دیتا اگر کوئی برا خیال آجائے یا کوئی گندی بات دل میں آجائے تو فوراً اس کو اپنے ذہن و دماغ سے نکال دیتا ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کے خبیر یعنی ہر قسم کی خبر رکھنے والے کا احساس ہوتا ہے اور یہ تربیت و مشق اس کو دن بھر تیس دنوں تک ملتی رہتی ہے اسی طرح اگر اس کی آنکھیں کسی عورت یا مرد پر شہوت اور چاہت کے ساتھ پڑ جائے یا کوئی برہنہ فوٹو، پوسٹر یا کسی عورت کے نیم برہنہ جسم پر پڑ جائے تو وہ فوراً اپنی آنکھوں کو ہٹا لیتا ہے اور عورتوں اور مردوں کو گھورنا گناہ سمجھتا ہے یہ محض اللہ تعالیٰ کے بصیر ہونے کا احساس ہے جو اس کو تربیت کی شکل میں تیس دنوں تک ملتی رہتی ہے وہ حالت روزہ میں چوری رشوت بے حیائی اور بے شرمی کے کام نہیں کرتا یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے بصیر ہونے کا غلبہ ہوتا ہے۔

اسی سمیع، بصیر، علیم وخبیر صفات کی کیفیات کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بندہ حالت روزہ میں اپنی تمام جائز خواہشوں سے بھی محض اپنے رب کی رضا اور خوشنودی کی خاطر دست بردار ہو جاتا ہے، مثلاً اگر کسی روزہ دار مسلمان کو جو بوڑھا ہو یا بچہ ہو یا جوان ہو یا عورت ہو یا مرد ہو کسی کمرے میں بند کر دیا جائے اور کمرے میں ہر قسم کی مشروبات، فریج میں ٹھنڈا پانی اور ہر قسم کی مزے دار غذائیں پھل پھلاری رکھ دی جائیں تو وہ مسلمان چاہے گرما کتنا ہی ہو دن بڑا

کتنا ہی ہو افطار کے وقت سے پہلے نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ کچھ پیتا ہے، حالانکہ وہاں نہ تو اس کو دیکھنے والا کوئی انسان ہوتا ہے اور نہ خوف خدا کے سوا کوئی اور رکاوٹ ہوتی ہے۔ بھوک کتنی ہی بے چین کرتی ہو اور حلق میں پیاس کی شدت کی وجہ سے کانٹے پڑ رہے ہوں تب بھی وہ نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ پیتا ہے۔ جب کہ اگر وہ کچھ کھاپی لے تو کوئی اس سے واقف نہیں ہوتا، غور کیجئے اکیلے میں بھی انسان کتنا زیادہ محض اللہ تعالیٰ کے سمیع، بصیر، علیم وخبیر کے تصور کے غلبہ کی وجہ سے مطیع و فرمانبردار بن جاتا ہے۔ ایک مسلمان اپنی بیوی کے ساتھ کمرے میں اکیلے ہونے کے باوجود اسکی طرف حالت روزہ میں شہوت کے ساتھ دیکھنے اور ہاتھ لگانے کو حرام سمجھتا ہے یہ کیفیت کیا ہے؟ یہ دراصل اللہ تعالیٰ کے سمیع بصیر اور خبیر ہونے کے احساس کی کیفیت ہے، جس کی وجہ سے وہ اعمال رزیلہ سے دور ہو کر زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی مشق کرتا ہے جو ہر رمضان میں اہل ایمان کو حالت روزہ میں کرائی جاتی ہے چنانچہ اسی سے انسان اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار بن سکتا ہے۔

روزہ میں حرام چیزوں سے بچنے کی تربیت و مشق ملتی ہے

روزہ میں روزہ دار کی احتیاط کا یہ عالم ہوتا ہے کہ بھولے سے پانی کے گلاس کی طرف اگر ہاتھ اٹھ جائے تو جیسے ہی روزہ یاد آتا ہے روزہ دار محض اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں فوراً اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ڈر سے اپنا ہاتھ روک لیتا ہے چاہے کوئی انسان اسے دیکھنے والا وہاں ہو یا نہ ہو۔ یہ دراصل اس بات کی مشق اور تربیت ہے کہ جس طرح انسان حالت روزہ میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی خاطر جائز، حلال، اور پاکیزہ چیزوں کو بھی چھوڑ رہا ہے، اسی طرح رمضان کے بعد غیر رمضان میں بھی ہر کام اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں ہی کرے گا، جس کام کو اللہ تعالیٰ کرنے کیلئے کہے وہی کرے گا اور جس کام سے اللہ تعالیٰ منع کرے اس سے دور رہے گا جب رمضان میں حلال، پاک اور جائز چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں چھوڑنا اسے آسان ہے تو غیر رمضان میں اللہ تعالیٰ

کی حرام کردہ چیزوں کو اللہ ہی کی اطاعت و فرمانبرداری میں چھوڑنا کچھ مشکل نہ رہے گا، غرض جس طرح حالتِ روزہ میں وہ اپنی مرضی پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلتا ہے تو اسی طرح غیر رمضان میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چلنا کچھ مشکل نہ رہے گا۔ اسکے نزدیک سب سے بڑی چیز اللہ تعالیٰ کا حکم ہو جائیگا نہ کہ اسکی خواہش۔ عبدیت اور بندگی نام ہی ہیں حکم بجا لانے کا اور حالتِ روزہ میں ایمان والوں کو اسکی مشق اور تربیت کرنے کا بھرپور موقع ملتا ہے۔

حالتِ روزہ میں اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس بہت زیادہ پیدا ہو کر ایمان تازہ اور قوی ہوتا جاتا ہے۔

حالتِ روزہ میں مسلمان پر اللہ کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس اور غلبہ بہت زیادہ پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے اذماں کے ساتھ ہی مسجدیں بھر جاتی ہیں اور مسلمان حالتِ روزہ میں نماز ترک تو دور کی بات ہے دیر سے ادا کرنا بھی گوارا نہیں کرتا تلاوتِ قرآن اور ذکر کا خوب اہتمام کرتا ہے اس مہینے اللہ کے ذکر اور عبادت میں اضافہ ہو جاتا ہے، سحر سے پہلے خاص طور پر تہجد کا اہتمام کر کے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر کے سکون پاتا ہے اور بار بار اللہ تعالیٰ ہی کو پکار کر اپنے دل کے بوجھ کو ہلکا کرتا ہے، حالتِ روزہ میں مسلمان پر ہر منٹ ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کا خیال دل و دماغ پر چھایا ہی رہتا ہے جس کی وجہ سے اپنی خواہشات کے خلاف اللہ کے حکموں کو اپنے اوپر نافذ کرتا ہے اور وہ نیکیوں کی طرف دوڑتا اور برائیوں سے بچتا رہتا ہے، غرض حالتِ روزہ میں کثرت سے مسلمان اعمالِ صالحہ کی مشق کرنے سے ایمان والوں کا ایمان بار بار تازہ اور مضبوط ہوتا اور وہ تجدیدِ ایمان کی بہت بڑی مشق اور تربیت حاصل کرتا ہے، اس طرح ہر سال روزوں کے ذریعہ مومن کے ایمان کو تازہ اور طاقت ور کیا جاتا ہے اور ایمان میں جان پیدا ہوتی ہے ایمان ضعیف اور کمزور ہونے سے بچ جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان پڑھ سے ان پڑھ اور جاہل انسان بھی جب رمضان کے روزے رکھتا ہے تو روزے رکھ کر خوشی

محسوس کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے۔ حدیثوں میں ایمان کی یہ علامت بتلائی گئی کہ ایمان والا نیکی کر کے خوش ہوتا ہے نہ صرف خوش ہوتا ہے بلکہ نمازِ روزہ کے ذریعہ اسلام کو اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت تصور کرتا ہے۔ اسکا دل معرفت اور ایمان کے نور سے روشن ہو جاتا ہے۔ روزہ میں مسلمان کو اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا بہت زیادہ احساس پیدا ہو جاتا ہے یعنی حالتِ روزہ میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ سمیع، بصیر اور علیم و خبیر ہونے کا بہت زیادہ غلبہ اہل ایمان پر ہوتا ہے، مومن پر ان ہی صفات کے غلبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا ہوتی ہے اور اسی خشیت یعنی خوف سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے یہی تقویٰ ایک مسلمان کو اسلام پر چلا کر مقصدِ زندگی پر زندگی گزارنے کے قابل رکھتا ہے۔ جب تک کہ انسان کو یہ احساس اور یقین نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہر جگہ اسے دیکھ رہا ہے اور اسکی ہر حرکت کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے، اسکی ہر بات کو اللہ سن رہا ہے اسکو ہر چیز کی خبر ہے اس وقت تک انسان کی زندگی میں توازن اور اعتدال پیدا نہیں ہوتا اور انسان گناہ سے بچ بھی نہیں سکتا، انہیں صفاتِ الہی کا غلبہ انسان کو اندھیرے اجالے میں اقتدار کی کرسی اور دولت کے خزانے پر اپنے اور اللہ کے بندوں کے حقوق ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچاتے اور نیکی و فرمانبرداری پر ابھارتے ہیں، دنیا میں جن لوگوں کی زندگیوں میں کثرت سے گناہ ظلم، نافرمانیاں، برائیاں، نا انصافیاں، حق تلفیاں، لوٹ مار اور فسادخون ریزی اگر ہے تو وہ محض اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا احساس نہ رکھنے یا کم رکھنے کی وجہ سے ہے، جب ان صفات کا غلبہ کم ہوتا ہے تو ایک انسان کیلئے گناہ کی طرف قدم اٹھانا آسان ہو جاتا ہے یہی صفات انسان کو شیطان بننے سے بچاتیں اور انسان بناتی ہیں، انسان میں ڈر اور خوف پیدا کرتی ہیں، انہی صفات کے غلبہ سے انسان میں اللہ تعالیٰ کا ادب و احترام اور تعظیم پیدا ہوتی ہے (ان صفات کی تفصیل ہماری کتاب تعلیم الایمان ”سمیع، بصیر، علیم و خبیر کو سمجھنے کا طریقہ“ پڑھیے)

مسلمان پر اس کیفیت کا حالتِ روزہ میں بہت زیادہ غلبہ رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اندھیرے اور اجالے میں ہر جگہ اسے دیکھ رہا ہے وہ دنیا میں لوگوں کی نگاہوں سے تو چھپ سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتا، چنانچہ اسی کیفیت کے غلبہ کی وجہ سے وہ حالتِ روزہ

میں اسکے دل کے اندر معمولی سا بھی بڑا خیال پیدا ہو جائے تو فوراً اسے اپنے دل سے نکال دیتا ہے اور اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف کر دیتا ہے، کوئی کام ایسا نہیں کرتا جس سے روزہ ٹوٹ جائے وہ خوب جانتا ہے کہ ساری دنیا کے لوگوں سے وہ اپنی حالت چھپا سکتا ہے مگر اللہ سے حالت روزہ کی کیفیت کو چھپا نہیں سکتا اس لئے وہ چوری چھپے بھی اللہ کے قانون کو نہیں توڑتا، غیر مسلم کو اسکے روزہ میں اس کیفیت کا نہ کوئی تصور رہتا ہے اور نہ اسکو ایسی مشق اور تربیت ملتی ہے۔ بس وہ روزہ رکھ کر بھی اللہ تعالیٰ سے غافل ہی غافل بنا رہتا ہے اسکا روزہ ایک رسمی روزہ ہوتا ہے۔

مسلمان کو حالت روزہ میں آخرت کی جواب دہی کا زبردست

احساس پیدا ہو جاتا ہے

ایک انسان کو دنیا کی زندگی میں تقویٰ والی زندگی گزارنے کیلئے آخرت پر مضبوط ایمان اور اس کا یقین ہونا بہت ضروری ہے۔ حالت روزہ میں ایک ایمان والے کو ایمان بالآخرہ کی زبردست تربیت اور مشق ملتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ۔ یعنی جس نے رمضان کا روزہ رکھا ایمان اور احتساب کے ساتھ اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (مسلم) رمضان کا روزہ مسلمانوں پر فرض ہے، مسلمان اسے خالص اللہ تعالیٰ کی محبت اور اسکی فرمانبرداری میں رکھتے ہیں، ان پر یہ احساس غالب رہتا ہے کہ اس فرض عبادت کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے باغی بندے نہ بن جائیں۔ ورنہ قیامت کے دن اس کا حساب دینا ہوگا۔

احتساب سے مراد یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کی خاطر روزہ رکھا جائے اس خوف کے ساتھ رکھا جائے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کا نافرمان بندہ نہ بن جاؤں اور کہیں کل قیامت کے دن حشر کے میدان میں ایک بھی روزہ چھوڑنے پر مجھے جواب دینا نہ پڑ جائے چنانچہ کوئی

بھی باشعور، صحت مند اور غیر معذور مسلمان رمضان کا ایک بھی روزہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور چھوڑنے کو گناہ کبیرہ سمجھتا ہے۔

اگر کسی مجبوری سے چھوٹ جاتا ہے تو رمضان کے فوراً بعد اس کی قضا کر لیتا ہے چنانچہ وہ عورتیں جو مخصوص ایام کی وجہ سے روزے چھوڑ دیتی ہیں، رمضان کے بعد باقاعدہ پابندی کے ساتھ ان ایام کے روزوں کی قضا کرتی ہیں۔ یہ صرف اور صرف آخرت میں جواب دہی کے احساس کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اہل ایمان روزہ رکھ کر اپنے روزہ کا اجر و ثواب صرف اللہ تعالیٰ کے پاس چاہتے ہیں، اللہ کے رسول ﷺ کی اتباع و پیروی میں اپنے روزہ دار بھائیوں کو محض اللہ تعالیٰ کے پاس اجر و ثواب حاصل کرنے کی خاطر کھلا کر خوش ہوتے ہیں، چنانچہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد رمضان کے مہینے میں روزہ داروں کو افطار کرانے کیلئے بے چین رہتی ہے یہ صرف اور صرف آخرت میں اپنے لئے زیادہ سے زیادہ اجر و ثواب حاصل کرنے کی نیت سے کرتے ہیں۔

حالت روزہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس زیادہ بڑھ جاتا ہے

انسان ہر روز کھانا کھاتا اور پانی پیتا ہے، کھانا اور پانی اللہ تعالیٰ کی انسانوں کے لئے بہت بڑی نعمتیں ہیں مگر روزانہ کا معمول ہونے کی وجہ سے ان نعمتوں کا انسان دل سے احساس نہیں کرتا خاص طور پر گرما کا موسم ہو پیاس کی شدت سے حلق پیاسا ہو جائے تو وہ روزہ افطار کرتے وقت پانی جیسی عظیم الشان نعمت اور پھر ٹھنڈا پانی مل جائے تو وہ دل کی گہرائیوں سے اس نعمت کو محسوس کرتا اور اس کے دل میں شکر گزاری کے جذبات کے ساتھ الحمد للہ کے الفاظ زبان سے ادا ہوتے ہیں، بھوک کی تکلیف سے جسم میں جو کمزوری اور نڈھال پن آتا ہے افطار کر کے خوشی محسوس کرتا اور پھر دوسرے روز، روزے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، سال بھر نہ زیادہ پھل فروٹ کھاتا اور نہ عمدہ غذائیں کھاتا مگر افطار اور سحر میں ان غذاؤں کو اللہ کی بہت بڑی نعمتیں دل سے مانتا اور احساس کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے افطار کے اس طریقہ سے

مسلمانوں پر اپنی نعمتیں کھول دی ہیں دوسری تمام قومیں ان نعمتوں سے محروم اور دل سے احساس نہیں کر سکتیں جو مومن کو رمضان میں احساس ہوتا ہے۔

روزہ افطار کرانے کا آخرت میں اجر و ثواب کا احساس عقیدہ

آخرت کو مضبوط کرتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے رمضان میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اس کے گناہوں کی بخشش کا اور اس کی گردن کو آگ سے چھڑانے کا ذریعہ ہوگا اور اس کو اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس روزہ دار کو روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔ بغیر اس کہ روزہ دار کے اجر میں کوئی کمی ہو (ترمذی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے آخری خطبہ میں فرمایا کہ جس نے اس ماہ میں کوئی نیکی کی یا کوئی فرض ادا کیا وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے ماہ رمضان کے سوا ستر فرض ادا کئے۔ اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس ماہ میں کسی کا روزہ کھلوانا گناہوں کو معاف کرانے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور دوزخ کی آگ سے نجات کا باعث ہے اور اسکے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو دوسروں کے روزے کھلوانے کی طاقت نہیں رکھتے، آپ نے جواب دیا کہ یہ ثواب روزہ کھلوانے سے ملتا ہے خواہ ایک کھجور، ایک گھونٹ پانی یا دودھ کے ایک چلو سے کھلوا یا جائے یہ ایسا مہینہ ہے اس کا پہلا حصہ رحمت ہے، دوسرا حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ دوزخ کی آگ سے نجات ہے۔ فرمایا جو شخص اس ماہ میں روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلائے گا اسے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میرے حوض (حوض کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا کہ اس کے بعد پھر اسے کبھی پیاس محسوس نہ ہوگی (مفہوم غنیۃ الطالبین)

روزہ میں انسانی مساوات، اجتماعی نظام زندگی اور انسانی اتحاد

کی زبردست مشق کرائی جاتی ہے

اسلام ہی کی یہ خاص خصوصیت ہے کہ وہ اپنے ماننے والوں میں زبردست ڈسپلین پیدا کرتا ہے، فرض عبادات کے ذریعہ خاص طور پر بے بنیاد بڑے چھوٹے کا تصور اور اونچ نیچ کے فرق کو مٹاتا ہے، چنانچہ نماز اور حج کی طرح روزہ میں بھی مساوات انسانی اور اجتماعیت یعنی اتحاد انسانی کی زبردست مشق تیس دنوں تک کرائی جاتی ہے۔

چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور چاند دیکھ کر روزہ ختم کرنے میں ایک زبردست حکمت یہ بھی پوشیدہ ہے کہ دنیا کے سارے مسلمان چاہے کوئی رنگ و نسل کے ہوں، کوئی قوم و ملک کے ہو، ایک تاریخ کو روزہ شروع کرتے اور ایک ہی تاریخ کو روزہ ختم کرتے ہیں، اُنکے سحری اور افطار کرنے کا بھی ایک ہی وقت ہوتا ہے، سورج کے طلوع ہونے سے لے کر غروب ہونے تک سارے روزے دار مسلمانوں کی ایک ہی کیفیت اور ایک ہی حالت ہوتی ہے، چاہے وہ امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا رعایا، عام ہو یا خاص، غرض سارے کے سارے ایک ہی وقت میں روزہ شروع کرتے اور ایک ہی ساتھ روزہ افطار کرتے ہیں، یہ کیفیت مسلمانوں کی اس بات کا اظہار کرتی ہے کہ وہ سب کے سب صرف اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں اور سب کے سب بندگی اور غلامی کی ایک ہی سطح پر کھڑے ہوئے ہیں۔ سب کے چہروں سے یہ نمایاں ہوتا رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اقتدارِ اعلیٰ کا مالک ہے اور تمام مخلوق اسی کی محکوم ہیں۔

اوقات کی ایک ساتھ پابندی اس بات کا بھی اعلان، مشق اور تربیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک غلامی اور بندگی کے لحاظ سے سب برابر ہیں، کسی امیر کو، کسی بادشاہ کو یا کسی خاص آدمی کو غلامی اور بندگی میں چھوٹ نہیں، ایسا نہیں کہ بادشاہ اپنی مصروفیات کے لحاظ سے روزہ کسی اور مہینے میں رکھ لے یا دولت مند اپنے مزاج اور طبیعت کے لحاظ سے روزہ کا تھوڑا سا وقت کم کر لے یا عالم و فاضل آدمی کچھ کم روزے رکھ لے، بلکہ جیسے غریب کو اللہ تعالیٰ کی بندگی

اور غلامی کرنی ہے ویسے ہی دولت مند کو بھی بندگی اور غلامی کرنی ہوگی، جیسے رعایا اور عوام میں دن طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک مسلسل ہر روز روزہ رکھتے ہیں ویسے ہی بادشاہ اور دولت مندوں کو بھی روزہ رکھنا ہوگا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا چھوٹا امیر و غریب یا اونچا نیچا کا کوئی سوال نہیں، سب کے سب اللہ تعالیٰ کے بندے اور غلام ہیں، اس لحاظ سے تمام انسان آپس میں برابر برابر ہیں، اس طرح ایمان والوں کو ہر رمضان میں مساوات انسانی کی زبردست مشق اور تربیت کرائی جاتی ہے۔

ایک ہی وقت اور ایک ہی مہینہ میں روزہ رکھنے سے پوری امت مسلمہ میں یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایک کنبہ اور جسم کی طرح ہیں، مسلمانوں کی اجتماعیت اور اتحاد کا یہ عالم ہوتا ہے کہ وہ سب کے سب چاند دیکھ کر روزے شروع کرتے اور چاند دیکھ کر روزے چھوڑتے ہیں اور سب کے سب رات ہی کو سحری کرتے ہیں، دن بھر ایک ہی حالت اور کیفیت میں رہتے ہیں اور سب کے سب ایک ہی وقت میں افطار کرتے ہیں، ان کی نماز کا طریقہ ایک، اُنکی اذان کا طریقہ ایک، انکا کلمہ ایک، ان کے وضو کرنے کا طریقہ ایک، ان کے حج کرنے کا طریقہ ایک، اسی طرح ان کے روزے رکھنے کا طریقہ بھی ایک ہی ہے، گویا ایمان والے اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کے تمام طریقوں میں ایک ہیں، ایسا نہیں کہ امیر اور دولت مند غریب کی طرح رات میں سحری کے لئے اٹھنے کو بے عزتی محسوس کرتا ہو یا بادشاہ رعایا کی طرح بھوکا پیاسا رہنے میں ذلت محسوس کرتا ہو، بلکہ روزہ کے ذریعہ ایمان والوں کو اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت کی زبردست مشق و تربیت کرائی جاتی ہے، ایسی تربیت اور مشق کا انتظام سوائے اسلام کے دنیا کے کسی مذہب میں نہیں، اسی اتحاد و اجتماعیت کا نتیجہ ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو چاہے کسی ملک اور کسی قوم کا ہو، اپنا سمجھتا ہے، اس کے نزدیک کالے گورے، عرب و عجم امیر غریب کا کوئی تصور نہیں رہتا، بلکہ وہ دنیا میں کسی بھی ایمان والے بھائی کی تکلیف پر خود بھی درد محسوس کرتا اور اس کی مدد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی اجتماعیت کا نتیجہ ہے کہ روزہ کا مہینہ شروع ہوتے ہی کوئی بھی مسلمان چاہے کتنا بڑا دولت مند ہی کیوں نہ ہو، اپنے آپ کو آزاد نہیں سمجھتا اور یہ نہیں سوچتا کہ میں اپنی سہولت سے اچھے موسم، مناسب

وقت اور فرصت کے لحاظ میں روزے رکھ لوں گا، بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ جو وقت اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اس وقت جیسے سب روزہ رکھ رہے ہیں مجھے بھی روزہ رکھنا ہوگا، ورنہ میں اللہ تعالیٰ کا باغی، نافرمان اور گنہگار بندہ ہو جاؤں گا۔ چنانچہ تمام مسلمان خواہ موسم کیسا ہی سخت کیوں نہ ہو، حالات کیسے ہی ناموافق کیوں نہ ہوں، گرمی انتہائی شدت ہی کی کیوں نہ ہو، سب کے سب ایک ہی وقت اور ایک ہی مہینہ میں روزے مکمل کرتے ہیں اور ہر ایک کو یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ سب کے سب ایک ہی مشن کے علمبردار ہیں اور ان سب کا مقصد زندگی بھی ایک ہی ہے، کیونکہ ان سب کا دین صرف اسلام ہے۔ انسان کو دنیا کی زندگی گزارنے کیلئے انسانی مساوات، اجتماعیت اور اتحاد و اتفاق کی سخت ضرورت ہوتی ہے، چنانچہ جتنا زیادہ انسانوں میں باہم اتحاد و اتفاق ہوگا وہ آرام اور سکون کی زندگی گذار سکیں گے۔ ایک دوسرے کے مسائل کو سمجھ سکیں گے، ہر انسان کو برابر عزت مل سکے گی، کوئی کسی کو ذلیل نہیں کرے گا آج دنیا میں جن لوگوں میں بھی یہ چیزیں نہیں ہیں وہ جانوروں کی طرح خود غرض زندگی گزار رہے ہیں اور اپنے ہی جیسے انسانوں کو غلام اور اپنے سے نیچا سمجھتے ہیں۔

نماز کی طرح روزہ بھی ایک انفرادی فعل ہے مگر اسلام کی اس حکمت عملی پر غور کیجئے جس طرح نماز کے ساتھ جماعت کی شرط لگا کر نماز کو انفرادی سے اجتماعی فعل میں تبدیل کر دیا گیا ہے، بالکل اسی طرح روزے کو ایک ساتھ رکھنے کا حکم دے کر انفرادی عمل کے بجائے اسے اجتماعی عمل بنا کر تمام مسلمانوں کے لئے سکون و راحت کا ذریعہ بنا دیا گیا اور اس طرح روزہ رکھنا سب کے لئے آسان بنا دیا گیا۔ اور اس کے فوائد و برکات میں خوب اضافہ کر دیا گیا جس کی مثال دوسرے کسی مذہب میں نہیں ملتی، غیر مسلم اسلام کے نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ کے نظام کو حیرت، کشش اور حسرت کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

چنانچہ اسلام نے روزہ کیلئے ایک خاص مہینہ مقرر کر دیا، اگر یہ حکم دیا جاتا کہ ہر مسلمان پر سال میں تیس دن کے روزے فرض ہیں اور جب چاہیں رکھ سکتے ہیں تو مختلف ملکوں میں مختلف لوگ الگ الگ مہینوں میں روزہ رکھتے، خود ایک گھر میں مختلف افراد اپنی اپنی طبعیت اور فرصت کے مطابق روزہ رکھتے، اس سے کوئی اجتماعی شکل پیدا نہ ہوتی اور لوگوں کو روزہ

رکھنے میں مختلف مشکلات پیدا ہو جاتیں؛ جو آسانیاں اجتماعی صورت میں ہیں وہ انفرادی شکل میں نہ ہوتیں؛ اسلئے اسلام نے روزے کو محض ایک انفرادی عمل بنانا پسند نہیں کیا؛ بلکہ سال کا ایک مہینہ مخصوص کر کے اس مہینہ میں روزے فرض کر دیئے تاکہ سب مسلمان بیک وقت روزہ رکھیں اور تقویٰ اور پرہیزگاری کا ایک مخصوص ماحول پیدا ہو؛ اجتماعی عمل کی ایک نفسیاتی فضا تقویٰ کا ماحول پیدا کرنا ہے انسان کو اپنے اطراف و اکناف میں نیکی اور بھلائی اور پرہیزگاری کا ماحول ملے تو وہ آسانی سے اس ماحول کا رنگ اپنے اوپر بھی پیدا کر لیتا ہے؛ اگر ایک ہی گھر میں ایک آدمی روزہ سے ہوگا اور باقی دوسرے تمام افراد روزے سے نہ ہوں تو اسکواپنے اطراف کے لوگوں کا ساتھ نہ ہونے کی وجہ سے اپنے عمل کرنے میں بڑی دقت اور مشکل پیش آتی تھی؛ چنانچہ اجتماعی روزہ سے ہر فرد کو ماحول سے بڑی مدد ملتی ہے؛ اور ماحول کے اثرات و کیفیات انسان پر گہرا اثر ڈالتے ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو گرما کے موسم میں بھی روزے رکھنے میں دقت محسوس نہیں ہوتی؛ وہ پورے جوش اور جذبہ کے ساتھ خوشی خوشی گرما کے بھی سخت روزے رکھتے ہیں؛ اگر تمام لوگ ایک ہی وقت ایک ہی دن ایک ہی مہینہ میں ایک ہی خیال اور ایک ہی ذہنیت کے تحت عمل کر رہے ہوں تو کیفیت کچھ اور ہی ہوگی؛ جو انفرادی عمل سے پیدا نہیں ہوتی۔ اسکی مثال بالکل ایسی ہے جیسے حج کے وقت اجتماعی ماحول کی وجہ سے سب کو اپنے سر کے بال منڈھوانا اور احرام کے کپڑے پہننا آسان ہو جاتا ہے؛ میدان جنگ میں ایک ایک فوجی کا الگ الگ لڑنا اور پوری فوج کا ایک ساتھ مل کر اجتماعی حیثیت سے جنگ لڑنا الگ الگ کیفیت اور اثر رکھتا ہے؛ نیکی کے پھیلنے اور برائی کے پھیلنے میں اجتماعی نفسیات اور عمل کو غیر معمولی دخل حاصل ہے؛ اگر پوری کی پوری جماعت عبادت اور بندگی کی فضا پیش کر رہی ہو تو بر انسان بھی برائی کرتے ہوئے شرماتا ہے اور وہ ماحول کے اثر سے آسانی سے بندگی کی راہ پر لگ جاتا ہے اور اسے نیک کام کرنا آسان نظر آتا ہے؛ کیونکہ اگر پورا سماج اور سوسائٹی بد ہو برائی اور گناہ کا ماحول ہو تو نیک کو بھی نیکی پر باقی رہنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

اسلام روزوں کو ایک ہی مہینہ میں سب پر فرض کر کے تقویٰ کا ایک اجتماعی ماحول پیدا

کر دیتا ہے اور رمضان کے مہینہ میں مسلمانوں کی آبادیوں میں عبدیت اور بندگی کا نظارہ نظر آتا ہے ہر انسان میں برائیوں سے نفرت، نیکیوں سے محبت اور پوری آبادیوں پر خوفِ خدا اور خدا کی محبت کا رنگ نظر آتا ہے۔ ہر ایمان والا گناہ سے بچنے کی فکر میں رہتا ہے اور اپنے کسی دوسرے بھائی کو گناہ کرتا ہوا دیکھ کر اس کو گناہ کا احساس دلاتا ہے۔ اس مہینہ میں ہر ایمان والے کا دل نرم ہو جاتا ہے، اس لحاظ سے ہر سال اسلامی آبادی میں گناہ کی صفائی ہوتی ہے اور روح اسلامی کو از سر نو زندہ، تازہ اور بیدار کیا جاتا ہے۔

روزہ میں غریبوں کی بھوک اور پیاس کا زبردست احساس پیدا

کرایا جاتا ہے

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان کو شہر المواساة کہا ہے۔ (مشکوٰۃ) یعنی لوگوں کے مدد کرنے اور لوگوں کے ساتھ ہمدردی کرنے کا مہینہ۔ انسانی معاشرے میں غریب اور نادار لوگ بھی ہوتے ہیں، دنیا کی اس زندگی میں دولت مند انسانوں کو غریب انسانوں کے مسائل کا احساس ہونا بھی ضروری ہے۔ ورنہ وہ ایثار و قربانی سے دور رہ کر غریبوں کا خون چوستے اور خود غرض زندگی گزارتے ہیں، غریب انسانوں کی مدد اور ہمدردی کا جذبہ ان میں پیدا نہیں ہوتا۔

دنیا کے دوسرے مذاہب غریبوں کی مدد کرنے کی ترغیب تو دیتے ہیں لیکن انکے یہاں کوئی ایسا نظام نہیں ہے کہ دولت مند طبقہ غریبوں کے دکھ درد کا اپنے اوپر ذاتی طور سے تجربہ کر سکیں؛ اسکے برعکس اسلام نہ صرف غریبوں کی مدد کی ترغیب دیتا ہے بلکہ دولت مند انسان کو سال میں ایک مرتبہ پورے تیس دن تک غریبوں کی بھوک اور پیاس کا ذاتی تجربہ بھی کراتا ہے تاکہ دولت مند انسانوں کو یہ احساس ہو جائے کہ بھوک کیا چیز ہوتی ہے؟ اور پیاس کیا ہے؟ کیونکہ وہ گیارہ مہینے کبھی بھی بھوک اور پیاس کی شدت کو محسوس نہیں کرتے گویا امیر آدمی کچھ گھنٹوں کیلئے اسی حالت پر رہتا ہے جس حالت پر ایک غریب آدمی جیتا ہے۔

اس طرح انسانوں میں انسانیت جاگ اُٹھتی ہے اور معاشرے کے بیوہ یتیم اور بے سہارا لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، غرض روزہ اسلامی معاشرہ میں ہمدردی اور غمخواری کا جذبہ پیدا کرتا ہے اور انفاق فی سبیل اللہ کے لئے تیار کرتا ہے، معاشرے کے دولت مند طبقہ کو اس تربیت کی مشق کرانا بہت ضروری ہے تاکہ وہ سال بھر غریبوں اور محتاجوں کے ساتھ رحم دلی اور غمخواری کا جذبہ رکھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بہت زیادہ صدقہ کرتے تھے۔ خود آپ کا رمضان میں یہ حال تھا کہ نہ کسی قیدی کو قید میں باقی رکھتے اور نہ کسی سائل کو محروم واپس کرتے، رمضان کے مہینہ میں آپ کی فیاضی اور مہینوں سے زیادہ بڑھ جاتی تھی، روزہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا رحم اور احسان ہے، چنانچہ جو لوگ خوشحال ہوں ان پر یہ حکم ہے کہ وہ اگر روزہ رکھنے سے معذور ہوں تو غریب لوگوں کو اس کا کفارہ ادا کریں اور صبح و شام ایک آدمی کو کھانا کھلائیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دولت مند امتیوں کو یہ تاکید فرمائی کہ رمضان کے مہینہ میں اپنے نوکروں اور خادموں اور خدمت گزاروں سے کام کے بوجھ کو ہلکا کر دیں اور بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی مغفرت فرماتا ہے اور جہنم کی آگ سے آزاد فرماتا ہے، اسی مہینے میں مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد کو کفارتہ نکال کر اپنے غریب رشتہ داروں اور دوسرے مسلمانوں کی مدد کرنے کی مشق و تربیت بھی حاصل کرتے ہیں۔

مصیبت کے حالات میں تکالیف برداشت کرنے کی مشق بھی ہے

انسان اگر چہ کتنا ہی ناز و نعمت میں پلا ہوا اور جائیداد و دولت سے مالا مال ہو مگر چونکہ دُنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے، دُنیا کی زندگی ختم ہونے تک انسان کو مختلف حالات کا مقابلہ بھی کرنا پڑتا ہے۔ اس پر کبھی مصیبت اور پریشانی کے حالات بھی آسکتے ہیں اور وہ مصیبت اور تکالیف جنگ و فساد کے حالات میں بھی گھر سکتا ہے اسی لئے ضروری ہے کہ ہر ایمان والے کو مشکلات اور سختیوں کے جھیلنے کا عادی بھی بنانا چاہیے اور جنگ و فساد مصیبت کے

حالات میں بھوک اور پیاس کو برداشت کرنے کا بھی عادی بنایا جائے یہی وجہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کے موقع پر مسلمان مجاہد میدان جنگ میں بھوک پیاس، مشکلات اور سختیوں کو جس طرح ہنسی، خوشی برداشت کرتا ہے، غیر مسلم نہیں کر سکتا، یہ گویا مسلمانوں کے لئے ایک قسم کی جبری فوجی ورزش بھی ہے جو ہر مسلمان کو سال میں ایک مہینہ کرائی جاتی ہے تاکہ وہ ہر قسم کی جسمانی مشکلات کو برداشت کرنے کیلئے ہر وقت تیار رہیں اور دُنیا کی اس امتحانی زندگی کی سختیوں اور مشقتوں کا پوری طرح مقابلہ کر سکیں۔ واضح رہے کہ مشکلات کو برداشت کرنے کی حکمت روزہ کا اصل مقصد نہیں ہے، مقصد تو تقویٰ کا حصول ہے، مشکلات کو برداشت کرنے کی بات محض نکتہ کے درجہ میں ہے، مقصد کے درجہ میں نہیں۔

روزہ رکھنے سے نئی توانائی پیدا ہو کر جسم کی حفاظت بھی ہوتی ہے!

روزہ کی حکمتوں میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ جس طرح حد سے زیادہ فاقہ اور بھوک انسان کے جسم کو کمزور کر دیتی ہے اس سے کہیں زیادہ حد سے زیادہ کھانا انسان کے جسم کو مختلف امراض اور بیماریوں کا نشانہ بنا دیتا ہے۔ طبی تجربے اور مشاہدے سے ثابت کرتے ہیں کہ اکثر حالتوں میں انسان کا بھوکا رہنا اس کی صحت مندی کیلئے ضروری ہے اور مختلف بیماریوں کا یہ قطعی علاج بھی ہے، طبی ہدایت ہے کہ کم از کم ہفتہ میں ایک وقت کھانا نہ کھایا جائے۔ اسلام میں ہفتہ وار مسنون و مستحب روزے بھی ہیں، جو مسلمان رمضان کے روزے رکھتے ہیں ان کو ذاتی تجربہ ہوگا کہ ایک مہینہ کے روزے ان کو کتنے صحت مند بنا دیتے ہیں۔ بشرطیکہ انہوں نے کھانے، پینے اور افطار و سحر میں بے اعتدالی نہ کی ہو، اس لئے یہ ایک قسم کا سالانہ جبری جسمانی علاج بھی ہے۔ وہ ماں باپ نہایت ناسمجھ اور بچہ کی صحت کے دشمن ہیں جو اولاد میں روزہ رکھنے کی طاقت رہنے کے باوجود یہ کہتے ہیں کہ ”بیٹا روزہ نہ رکھو، کمزور ہو جاؤ گے“ یہ جملہ ایسا ہی غلط ہے جیسے کوئی کہے کہ ”ورزش مت کرو، ورنہ تم بیمار ہو جاؤ گے۔ جس طرح ورزش کرنا آدمی کو تندرست بنا دیتا ہے، ٹھیک اسی طرح روزے رکھنا انسان کو قوی، ہیکل اور مضبوط

چاند کے حساب سے رمضان کی ابتداء اور اختتام میں حکمت یہ بھی ہے کہ انسان کو ہر موسم میں اللہ کی اطاعت کی مشق کرائی جائے

چاند دیکھ کر روزہ شروع کرنے اور چاند دیکھ کر روزہ ختم کرنے میں بھی ایک بڑی حکمت ہے، اسلامی مہینہ چاند کے حساب سے شمار کیا جاتا ہے، چاند دراصل دُنیا میں دنوں اور مہینوں کا حساب بتلانے والا کیلنڈر (جنتری) ہے۔ چاند کے توارخ عیسائی مہینے کے تاریخوں کے لحاظ سے ہر سال گیارہ دن کے فرق سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں، جس کی وجہ سے رمضان کا مہینہ کبھی گرما میں اور کبھی برسات میں اور کبھی سرما میں آتا رہتا ہے۔ اس سے مسلمانوں کو سال کے ہر موسم میں روزہ رکھنے کا موقع ملتا رہتا ہے، وہ ہر موسم میں تقویٰ اور پرہیزگاری کی مشق کرتے ہیں، اس طرح ایمان والے ہر موسم میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے عادی بن جاتے ہیں۔

عیسائی مہینوں کی تاریخوں میں کوئی تغیر نہیں ہوتا، اگر کسی ملک میں گرما کا موسم مارچ اپریل اور مئی میں آتا ہے تو ہر سال ان ہی مہینوں میں گرما کا موسم آتا رہے گا۔ اگر عیسوی سال کے حساب سے روزے فرض ہوتے مثلاً اگر مارچ کے مہینے میں فرض ہوتے تو ہر سال مارچ ہی کے مہینے میں روزے رکھنے پڑتے اور اس مہینے کے لحاظ سے جس ملک میں جو موسم رہتا اسی موسم میں اس ملک والوں کو روزے رکھنا پڑتا۔ مثلاً مارچ میں کسی ملک میں سردی ہوتی، کسی ملک میں گرمی ہوتی اور کسی ملک میں برسات ہوتی تو ہر سال میں اس ملک کے باشندوں کو اسی عیسائی مہینے میں روزے رکھنے پڑتے اور کسی ایک ملک کے باشندوں کو صرف گرما میں روزہ رکھنے کی عادت ہوتی، کسی کو صرف سرما میں روزہ رکھنے کی عادت ہوتی، سرما میں روزہ رکھنے والے گرما کے روزے برداشت نہیں کر پاتے، پھر ایک ملک کے لوگ آرام میں رہتے اور دوسرے ملک کے لوگوں کو تکلیف ہوتی۔ اس کے برعکس اگر یہ حکم دیا جاتا ہے کہ روزے صرف سرما میں رکھے جائیں یا گرما میں رکھے جائیں تو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے صرف کسی

بنا دیتا ہے۔ عام طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ روزہ رکھنے سے انسان کمزور ہو جاتا ہے، ایسا نہیں بلکہ روزہ رکھنے سے نئی توانائی پیدا ہوتی ہے، کائنات کی بہت سی چیزوں کے معمولات میں سال کے اندر تبدیلی ہوتی رہتی ہے، جن کو ہم روزہ سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ رمضان میں ہمارے معمولات بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ آئیے ایک نظر کائنات کی چیزوں پر ڈالیں:۔ پیر، پودے پت جھڑ کے موسم میں روزہ رکھتے ہیں، اس موسم میں وہ پوری طرح اپنے لباس یعنی پتوں کو اپنے جسم سے الگ کر دیتے ہیں، ڈالیاں تنگی ہو جاتی ہیں، پھر کچھ دنوں کے بعد وہ ہرے بھرے ہو جاتے ہیں۔ زمین ہر گرما میں روزہ میں آ جاتی ہے پھر برسات میں نئی توانائی پیدا ہوتی ہے، برفانی علاقوں میں رہنے والے جانور برف باری کے زمانے میں زمین پر برف گرنے کی وجہ سے چرنے کیلئے کوئی جگہ نہیں پاتے اور نہ وہ چوٹیوں اور شہد کی مکھیوں کی طرح اپنی غذا جمع کر کے رکھتے ہیں، چنانچہ وہ برف باری کے زمانے میں کسی مخصوص جگہ خاموش پڑے رہتے ہیں اور کئی کئی دن غذا نہیں کھاتے، صرف ان کے اندر کی چربی ان کی غذا ہوتی ہے، جب سردی کا موسم ختم ہوتا ہے تو ان کے پرانے بال پر یا کھال جھڑ جاتے ہیں اور نئے نکل آتے ہیں، پھر وہ تازہ دم ہو جاتے ہیں

فرشتے تو ہمیشہ روزہ ہی رہتے ہیں، ان کو ہماری طرح کھانا کھانے اور پانی پینے کی حاجت ہی نہیں، روزہ رکھ کر ہم فرشتوں کے مشابہ بنتے ہیں، یاد رکھئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہیکہ ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور بدن کی زکوٰۃ روزہ ہے۔ (ابن ماجہ)

لیکن یہ بھی یاد رکھئے کہ روزے کے جس قدر جسمانی فوائد بیان کئے گئے ہیں یہ سب مقصود بالذات نہیں ہیں، اسلئے روزہ دار کو ان فوائد کے حاصل ہونے کی نیت سے روزہ نہ رکھنا چاہیے ورنہ ثواب حاصل نہ ہوگا۔ روزہ محض تعیل حکم خداوندی کے تحت ثواب کی نیت سے رکھنا ہوگا۔ جسکے ضمن میں یہ فائدے بھی حاصل ہو جائیں گے۔ روزہ ایک عظیم الشان عبادت ہے، چاہے یہ فائدے حاصل ہوں یا نہ ہوں، اسکو عبادت سمجھ کر تقویٰ حاصل کرنے کے شعور سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے رکھنا ہوگا روزہ بہت سارے گناہوں سے انسان کو محفوظ رکھتا ہے، نیز یہ بہت سے گناہوں کا کفارہ بھی ہے

ایک ہی موسم میں روزہ ہو جاتا، کیوں کہ دُنیا کے مختلف حصوں میں ہر جگہ ایک ساتھ گرمی یا سردی کا موسم نہیں آتا بلکہ ایک ہی ملک میں کہیں گرمی شروع ہو جاتی ہے لیکن اسی ملک کے دوسرے حصوں میں گرمی کا موسم ہفتوں اور مہینوں کے فرق سے شروع ہوتا ہے۔ اس طرح دنیا کے تمام ملکوں میں روزے ایک ہی مہینہ میں نہ ہوتے بلکہ الگ الگ مہینوں میں ہو جاتے اور دنیا کے تمام روزہ داروں کے لئے یکسانیت باقی نہیں رہتی۔ چاند دیکھ کر روزہ شروع کرنے اور چاند دیکھ کر روزہ ختم کرنے میں ایک زبردست حکمت یہ بھی نظر آتی ہے کہ ایک دو دن کے فرق سے ساری دُنیا کے انسان اپنے اپنے ملکوں میں چاہے کوئی بھی موسم کیوں نہ ہو روزے رکھنا شروع کر دیتے ہیں، جسکی وجہ سے وہ کبھی سردیوں میں روزے رکھتے ہیں، کبھی گرما میں تو کبھی برسات کے موسم میں روزے رکھتے ہیں، گویا سال کے ہر موسم میں روزہ رکھتے ہوئے تقویٰ اور پرہیزگاری کی مشق کرتے ہیں، دوسرے مذاہب میں روزے کی نہ تو ایسی حکمت ہے اور نہ وہ ہر موسم میں روزہ رکھ سکتے ہیں۔ دُنیا انسانوں کیلئے امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے۔ یہاں انسان کو اپنی زندگی مکمل کرنے تک مختلف حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس لئے انسان کو ہر ماحول میں اطاعت و فرمانبرداری کی تربیت ملنا بھی ضروری تھا، چاند کے حساب سے روزہ رکھنے سے مسلمانوں کو سب سے بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ وہ کسی بھی موسم اور کسی بھی مہینے اور کسی بھی ملک میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے قابل بن جاتے ہیں۔ ان کیلئے سال کا کوئی دن اور زمین کا کوئی خطہ اطاعت و فرمانبرداری میں رکاوٹ نہیں بنتا۔

روزہ تقویٰ پیدا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے

روزہ خصوصی عبادت ہے اور تقویٰ کی تربیت کیلئے بہت ہی قریبی راستہ ہے، تقویٰ پر تمام دین و شریعت کی قیام و بقاء کا انحصار ہے، تقویٰ کے بغیر کوئی شریعت قائم نہیں رہ سکتی کوئی قانون کامیاب نہیں ہو سکتا، کوئی انسان پرہیزگاری کی راہ اختیار نہیں کر سکتا، کسی حکومت کے ادارے، کسی مجرم کو جرائم سے روک نہیں سکتے، تقویٰ ایک مضبوط رسی ہے جس

کے ذریعہ انسان گناہ سے محفوظ رہتا ہے، تقویٰ ہی انسان کو صحیح معنی میں انسان بناتا اور شیطان بننے سے روکتا ہے، انسان کی جان و مال اور عزت و آبرو سب کے تحفظ کا دار و مدار تقویٰ پر ہے۔ انسان کو اپنے مالک و پروردگار سے قریب کرتا ہے، دنیا میں ظلم و زیادتی اور حق تلفی سے روکتا ہے، تقویٰ نہ ہو تو انسانوں کی آبادی اور جنگل کے جنگلی جانوروں کی آبادیوں میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا اور کوئی شریعت اس سے خالی نہیں رہی روزہ ایک طرح سے لگام اور روحانی ریاضت ہے۔

تقویٰ کو سمجھنے کی آسان مثال

ایک مرتبہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھا کہ تقویٰ کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: امیر المؤمنین! کیا آپ کو کبھی ایسے راستے سے گزرنے کا اتفاق ہوا جس کے دونوں جانب خاردار جھاڑیاں ہوں اور راستہ تنگ ہو، حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں، حضرت کعبؓ نے پوچھا کہ کس طرح آپ وہاں سے گزرے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کپڑوں کے پھٹنے اور کانٹوں میں نہ الجھنے کے ڈر اور خوف سے دامن سمیٹتے ہوئے گزرا۔ حضرت کعبؓ نے فرمایا بس اسی کا نام تقویٰ ہے۔

دنیا کی زندگی کا یہ راستہ جس پر سے انسان گزر رہا ہے دونوں جانب افراط و تفریط، خواہشات اور میلانات نفس، گناہوں کی ترغیبات، گمراہیوں اور نافرمانیوں کی خاردار جھاڑیوں کے تنگ راستے سے گھیرا ہوا ہے، اس راستے پر کانٹوں سے اپنا دامن بچاتے ہوئے چلنا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کی راہ سے ہٹ کر بدکرداری و نافرمانی اور گناہ کی جھاڑیوں میں نہ الجھنا ہی دراصل تقویٰ ہے، مسلمانوں کو دنیا کے اس ماحول میں حالت روزہ میں تقویٰ کی خاص طور پر مشق ہوتی رہتی ہے۔

تقویٰ نام ہے دلوں میں احساسِ ذمہ داری کا، خوفِ خدا کا اور اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچنے کیلئے اس گہری فکر اور تڑپ کا جو انسان کو ہر اچھے کام پر ابھارتی اور بُرے کام سے

روکتی ہے۔ یعنی تقویٰ دراصل انسان کی اس قلبی کیفیت کا نام ہے جس سے ہر قسم کی نیکیاں ظاہر ہوتی ہیں، تقویٰ دراصل ایک خاص قلبی کیفیت کا نام ہے جو انسان کو صرف اپنے مالک و پروردگار کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ایک خاص عمل اور رویہ کیلئے تیار کرتا ہے۔ یعنی تقویٰ انسانی شعور کو اللہ تعالیٰ کیلئے زندہ و بیدار کرتا ہے۔

قرآن کے تمام گوشوں سے انسانوں کو تقویٰ ہی اختیار کرنے کی بار بار تعلیم دی گئی ہے اور دنیا کی زندگی کی کامیابی کا معیار تقویٰ ہی بتلایا گیا۔ چنانچہ رمضان کے روزے بھی تقویٰ پیدا کرنے کی غرض سے ایمان والوں پر فرض کئے ہیں، تقویٰ کی صفت سے جو دل بہر اور ہوتا ہے وہ ہر وقت، ہر گھڑی، اور ہر آن اللہ تعالیٰ کی خوشنودی و نارسنگی کو سامنے رکھ کر ہر کام کرتا ہے۔ تقویٰ کے ساتھ روزہ کا گہرا تعلق ہے تقویٰ کے حصول کے لئے روزہ جو طاقت اور صفت پیدا کرتا ہے، اتنی طاقت و صفت کسی دوسرے عمل سے نہیں ہوتی، اسی لئے روزہ ہر آسانی شریعت کا ستون رہا اور کوئی شریعت اس سے خالی نہیں رہی، روزہ ایک طرح سے لگام اور روحانی ریاضت ہے۔

روزہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی خاطر کرنے کی تربیت ہے

انسان کے ہر اچھے عمل کا اجر دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک ملیگا۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ اس سے مستثنیٰ ہے وہ میرے لئے ہے اور میں اسکا جتنا چاہوں گا بدلہ دوں گا انسان اپنی خواہشات نفس سے اور کھانے پینے سے صرف میری ہی خاطر رکارتا ہے (مسلم)

الصَّوْمُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِيْ بِهٖ - (مشفق علیہ) بعض محدثین نے اعراب کے ذرا سے فرق کے ساتھ یوں بھی پڑھا ہے: الصَّوْمُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِيْ بِهٖ روزہ خاص میرے لئے ہے اور میں خود ہی اس کا جزاء ہوں۔

اس قسم کے اعلان کسی اور عبادت کے تعلق سے نہیں کیا گیا صرف روزہ ہی کے تعلق سے کیا گیا ہے، حالانکہ تمام عبادتوں میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے، نماز مؤمن کی معراج ہے، اسکے بغیر کوئی عمل قبول نہیں کیا جائیگا مگر پھر بھی نماز کیلئے ایسے الفاظ نہیں آئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزے میں ریائی نہیں ہوتی اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ ایسی عبادت ہے جو اخلاص و اللہیت سے بھرپور ہے اگر اسے اخلاص کی سب سے زیادہ طاقتور اور قوت بخش ٹانگ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ الصَّوْمُ لِيْ روزہ خاص میرے لئے ہے، یہ بات سن کر فطری طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا نماز خدا کیلئے نہیں ہے؟ کیا زکوٰۃ اور حج اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کیلئے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان سوالوں کا جواب بھی صرف یہی ہوگا کہ یہ تمام عبادتیں بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کیلئے ہیں مگر دوسری تمام عبادتوں میں ریائی ممکن ہے مگر روزہ میں ریائی امکان بہت کم ہے، اسلئے کہ روزہ کی کوئی ظاہری شکل و صورت نہیں ہے جو لوگوں کو نظر آسکے بلکہ وہ ایک راز ہوتا ہے عبد اور معبود کی درمیان۔ نماز ریائی کیلئے پڑھی جاسکتی ہے، زکوٰۃ اور حج نام و نمود کیلئے کیا جاسکتا ہے مگر روزہ میں نام و نمود اور ریائی کا بہت کم امکان ہے۔ روزہ ایسی عبادت ہے جسکا حال اللہ تعالیٰ اور بندے کے سوا کسی دوسرے پر نہیں کھل سکتا، اسلئے تمام عبادتوں میں یہ امتیاز صرف ایک روزہ ہی کو حاصل ہے کہ ریائی کا خطرناک شیطان اس پر حملہ نہیں کر سکتا۔ غرض اخلاص کے بغیر کسی انسان کی پرہیزگاری کا تصور نہیں کیا جاسکتا، اخلاص سب سے پہلے انسان کے ضمیر میں اپنی عدالت قائم کرتا ہے، قرآن کے اولین مخاطب صحابہ اکرام جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اخلاص کا کیا مقام ہے؟ میزان عمل میں اخلاص کا کیا وزن ہے؟ اسی لئے یہی اُن کی منزل مقصود تھی جس کی طرف ان کی روئیں لپکتی تھیں اور اسی سے تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے عہد میں بہت کم جرائم کا ارتکاب ہوا۔ شاذ و نادر ہی مجرمین پر حد قائم کی گئی، بلکہ اس عہد مبارک میں گناہ کرنے والوں میں سے اکثر و بیشتر نے گناہ کرنے کے بعد خود ہی اقبال جرم بھی کیا، وہ کیا تھا؟ دراصل وہ تقویٰ ہی تھا جو انکے ضمیر کے اندرون اور دل کے گوشوں میں ایک بیدار محافظ کی حیثیت سے موجود تھا۔ غرض اخلاص اگر دل میں زندہ و بیدار ہو تو مؤمن زندگی کے ہر فریضہ کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے جذبہ کے تحت اس کی رضا جوئی کیلئے ادا کرتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ روزہ ہر کام اللہ تعالیٰ کے لئے کرنے کی مشق اور تربیت کا ذریعہ ہے روزہ خالص اللہ تعالیٰ کی

ایک ماہ کی مسلسل مشق کیوں کرائی جاتی ہے؟

اب ہم کو یہ بھی غور کرنا ہوگا کہ آخر ہم کو متقی بنانے سے اللہ کو کیا فائدہ ہے؟ وہ ہم کو متقی کیوں بنانا چاہتا ہے؟ روزہ سے اللہ کو کوئی فائدہ نہیں بلکہ روزہ کے ذریعہ انسان ہی کو ہزاروں فائدے ہوتے ہیں اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ انسان متقی بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو متقی بنا کر دنیا کے سامنے قرآن مجید کا ایک چلتا پھرتا ماڈل، نمونہ اور ڈیزائن پیش کرنا چاہتا ہے اور یہ بتانا چاہتا ہے کہ قرآن پر عمل کرنا صرف رسول ہی کیلئے آسان نہیں بلکہ رسول کے ماننے والوں پر بھی عمل کرنا آسان ہے۔ ورنہ لوگ یہ کہتے کہ رسول پر تو اللہ کی خاص رحمت ہوتی ہے اس لئے رسول چلتا پھرتا قرآن کا نمونہ ماڈل تھے مگر عام انسان کہاں عمل کر سکتا ہے؟ - لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ۚ ۲۱

رسول ہمارے لئے نمونہ ہیں، اور ہم کو دنیا والوں کیلئے نمونہ بنایا ہے۔ لَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ۔ ۲۲ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ رہو، ہمیں خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ ہمیں نمونہ اور ماڈل بنانے کیلئے ہم پر روزے فرض کئے گئے ہیں تاکہ ہم متقی بن کر حضرت محمد ﷺ کی نقل کرتے ہوئے اپنے جسم سے قرآن کی روشنی کو ظاہر کریں، غیر مسلم قرآن کو نہیں بلکہ قرآن کے ماننے والوں کی زندگیوں کو دیکھیں گے وہ قرآن پڑھنے سے پہلے قرآن والوں کی زندگیوں کو پڑھیں گے۔ ارشاد خداوندی ہے (ترجمہ) ”رسول تم پر گواہ ہیں اور تم لوگوں پر گواہ ہو، ذرا غور کیجئے! مقصد یہ ہے کہ گواہی دینے والے کی زندگی نمونہ ہو، مثالی ہو، تاکہ لوگ اسکی زندگی کو دیکھ کر سبق حاصل کریں، اسی لئے اللہ تعالیٰ اس مثالی زندگی کو بنانے کیلئے روزہ کے ذریعہ مسلمانوں کو متقی بنانا چاہتا ہے۔ دنیا میں اللہ نے مختلف موسم رکھے ہیں، گرمی، سردی اور برسات کے موسم، میوہ اور ترکاریوں اور اناج کے موسم اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کا ایک موسم رکھا ہے تاکہ مسلمان جو ساری دنیا کے اُستاد اور رہبر ہیں، اس مہینہ میں روزہ رکھ کر تقویٰ کی باقاعدہ مشق کرتے رہیں اور پھر رمضان کے بعد باقی گیارہ

اطاعت کرنے اور ریاکاری سے بچنے کی مشق اور تربیت ہے، اسلام کی تمام عبادتوں میں روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں مسلمانوں کو خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی ریاکاری سے بچ کر کرنے کی مشق و تربیت کرائی جاتی ہے، ایک انسان جب نماز ادا کرتا ہے تو اس کی ظاہری شکل نظر آتی ہے وہ زکوٰۃ و خیرات کرتا ہے تو اس کی بھی ظاہری شکل نظر آتی ہے اسی طرح ایک انسان حج کرتا ہے تو اس کی بھی ظاہری شکل نظر آتی ہے اس کو ایک لمبے سفر پر چلنا پڑتا ہے اور خاص طور پر منی، عرفات، مزدلفہ وغیرہ میں قیام اور عمرہ وغیرہ کرنا طواف کرنا پڑتا ہے، لباس بدلنا اور بال نکالنا پڑتا ہے مگر روزہ میں دوسرے انسانوں کو اس عبادت کا احساس اور شکل ظاہر نہیں ہوتی کوئی نہیں جان سکتا کہ یہ شخص روزہ سے ہے، دوسری تمام عبادتوں کی شکل و صورت چھپ نہیں سکتی، مگر روزہ کی حالت چھپی رہتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ روزہ مسلمانوں کے لئے ایک ایسی تربیت اور مشق ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت ریاکاری سے نہ کرے، دکھاوے نہ کرے یہ مشق گویا ہر سال ایک مسلمان کو کرائی جاتی ہے۔

تقویٰ کے بغیر قرآن پاک سے فیض حاصل نہیں ہوتا

رمضان ہی وہ مبارک مہینہ ہے جس میں پوری دنیا کی ہدایت و رہنمائی کیلئے قرآن پاک کے نزول کا آغاز ہوا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کے شروع ہی میں اعلان فرمادیا: اَلَمْ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ ”یہ ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں مگر اس کتاب سے وہی لوگ فائدہ اور فیض اٹھا سکتے ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہوں، یعنی جن میں تقویٰ ہو، قرآن پاک سے فیض حاصل کرنے کی شرط تقویٰ ہے، کیونکہ بغیر تقویٰ کے قرآن پاک کسی پر کھلتا نہیں، اسی لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رمضان ہی میں اللہ تعالیٰ نے روزوں کو فرض کر کے یہ حکمت اور مصلحت ملحوظ رکھی ہے کہ اس خاص عبادت کے ذریعہ تقویٰ حاصل کیا جائے تاکہ انسان کو قرآن کی فہم بھی حاصل ہو جائے گویا یوں سمجھئے کہ قرآن پاک کو سمجھنا ہو اور فائدہ اٹھانا ہو تو پورے شعور اور پورے آداب و شرائط کے ساتھ روزہ رکھنا ہوگا۔

مہینوں میں اسی مشق کے مطابق اپنی زندگی کو دوسرے انسانوں کیلئے قرآن کا نمونہ بنا کر پیش کریں، گویا ہر گیارہ مہینے کے بعد یہ مہینہ ایک مسلمان کی زندگی میں آ کر تقویٰ کو تازہ کرتا رہتا ہے۔ غرض جس اُمت کو شہادت علی الناس کا مرتبہ دیا گیا ہو اور لوگوں کیلئے خیر اُمت بنایا گیا ہو تو ہونا بھی چاہیے تھا کہ اسکی تربیت اور اصلاح کیلئے ایک خاص نظام مقرر کیا جائے۔ اسی تربیت کی خاطر رمضان کا یہ مہینہ ہر گیارہ مہینے کے بعد مقرر کیا گیا تاکہ حضرت محمد ﷺ کی امت اس مہینے میں تقویٰ کی تربیت حاصل کر کے لوگوں کے سامنے اسلام کی چلتی پھرتی مثال رہے گویا مسلمان اس مہینے میں روحانی طاقت حاصل کر کے باقی گیارہ مہینے اللہ والی زندگی گذارتا ہے۔ اگر کوئی اس مہینے میں روحانی غذا حاصل نہیں کرتا تو باقی گیارہ مہینوں میں اسکی زندگی انتہائی کمزور اور بیمار ہوگی۔ اگر کوئی اس مہینے میں روحانی طور پر صحت مند نہ ہو تو باقی گیارہ مہینوں میں اسکے صحت مند ہونے کی کوئی توقع نہیں، اور وہ دنیا والوں کے سامنے مثال اور نمونے بننے کے بجائے الٹا گمراہی کا سبب بنے گا۔

اکثر انسان اپنے نفس کو خدا بنا لیتے ہیں

انسان کو سب سے زیادہ بہکانے والی چیز اس کا نفس ہے، اگر اس پر قابو نہ رکھا جائے تو وہ شیطان کا گھوڑا بن جاتا ہے، دُنیا میں ہزاروں انسان بس نفس کے بندے اور غلام بنے ہوئے ہیں، لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی ہے کہ بُت کی پوجا ہی کا نام شرک ہے، ان کو یہ احساس نہیں کہ ان کی غفلت اور لاپرواہی کی وجہ سے خود ان کے اندر بھی ایک بت تیار ہو جاتا ہے، جس کی کوئی شکل و صورت نہیں ہوتی، اور نہ بظاہر اس کی کوئی ڈنڈوت کی جاتی ہے مگر وہ بت اتنا بڑا ہوتا ہے کہ اس سے مقابلہ کرنے کو جہادِ اکبر کہا گیا ہے، اس سے چومیس گھنٹے انسان کو مقابلہ کرنا پڑتا ہے، اسلئے اس بت پر کڑی نظر رکھنی چاہیے، لوگ باہر کے بتوں کو تو برا سمجھتے اور اُن سے نفرت کرتے ہیں۔ اور دور رہتے ہیں مگر وہ اپنے اندر کے بت کو نہ بُرا سمجھتے اور نہ اُسکو قابو میں رکھتے ہیں، الٹا اُس کے غلام بن کر اس کی خوب فرمانبرداری کرتے ہیں، اس کو محبوب بنا کر رکھتے

ہیں اس کی ہر خواہش اور مرضی کو پورا کرتے ہیں، قرآن نے کہا کہ: **أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ**۔ (پ ۱۹، رکوع ۲) ”کیا تم نے اس کو بھی دیکھا جس نے اپنے نفس کو اپنا معبود بنا لیا“

روزہ میں تزکیہ نفس کی زبردست مشق اور تربیت ہے

نفس کو آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ آوارہ بن کر شیطان کا گھوڑا بن جاتا ہے۔ روزہ کے ذریعہ انسان کو نفس پر قابو حاصل کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے، اس کے ذریعہ انسان اپنے نفس پر مضبوط گرفت رکھ سکتا ہے، روزہ ہی وہ عمل ہے جسکے ذریعہ انسان اپنے تمام جسمانی تقاضوں پر قابو پاسکتا ہے اور اپنے نفس کو من مانی کرنے سے روک سکتا ہے، گویا تقویٰ کی صفت پیدا کرنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو لگام لگائے اور اپنی خواہشوں میں اسے آزاد نہ چھوڑے۔ جس طرح سونا آگ میں جل کر کندن بنتا ہے اسی طرح انسان روزہ میں تقویٰ کی مشق اور تربیت حاصل کر کے اپنی سیرت و کردار کو نکھار سکتا ہے اور تقویٰ کا جوہر پیدا کر سکتا ہے اور جس انسان میں تقویٰ کا جوہر اور نور پیدا ہو جائے اس کے اندرونی اور بیرونی اعضاء سے وہی کام ہوگا جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ روزہ کا مقصد نفس کشی نہیں بلکہ ضبط نفس ہے۔ عام طور پر تقویٰ کا لفظ سنتے ہی ہمارے ذہنوں میں عموماً یہ تصور پیدا ہو جاتا ہے کہ انسان اپنے نفس کو کچل دے اس کے تمام مطالبات کو ٹھکرا دے اور جو شخص نفس کو جتنا زیادہ مارے گا، تقویٰ کا اتنا ہی اونچا مقام حاصل کرے گا، ایسا نہیں ہے بلکہ اسلام میں تقویٰ کا جو مفہوم ہے اس سے بالکل مختلف ہے، وہ جس طرز عمل کا انسان سے مطالبہ کرتا ہے اور جس چیز کو نیکی اور تقویٰ ٹھہراتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو سرکش نہ ہونے دے اور اسے من مانی کرنے سے روک کر اللہ تعالیٰ کے احکام کا تابع بنائے رکھے، یہ نہیں کہ اسے اذیتیں دے دے کر بے دم بنا دے اور اس کے جائز مطالبات کو بھی ختم کر دے، اسلام اس کو بندگی نہیں کہتا اور یہ تقویٰ نہیں بلکہ اپنے آپ کو عذاب دینا ہے۔ دُنیا کے دوسرے مذاہب یا تو نفس کو کچل دینے کی تربیت کراتے ہیں یا پھر نفس پر ذرا بھی توجہ نہیں دیتے، آزاد چھوڑ کر آوارہ

بنادیتے ہیں، اسلام روزہ کے ذریعہ انسان کو نفس کی غلامی سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی پر لگاتا ہے اور نفس کی محبت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کو غلبہ دلانے کی مشق کراتا ہے اور نفسانی خواہشات کے خلاف ایک طرح کا جہاد کراتا ہے۔ گویا روزہ خاص طور پر من چاہی زندگی سے ہٹا کر رب چاہی زندگی گزارنے کا بہترین ذریعہ اور مشق ہے۔ روزہ رکھنے سے ضبط نفس کی عادت پڑتی ہے اور ضبط نفس سے آدمی کی روح اور جسم دونوں کی تربیت ہوتی ہے جو لوگ ضبط نفس کر لیتے ہیں وہ شہوات کی تکمیل کے حریص نہیں ہوتے، روزہ سے انسان کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ وہ اس دنیا میں من مانی نہیں کر سکتا وہ آزاد نہیں دوسری مخلوقات کی طرح وہ بھی خدا کی اس دنیا میں پابند زندگی کے لیے پیدا کیا گیا جس طرح دوسری مخلوقات خدا کے احکام کی پابند ہیں وہ بھی خدا کی مرضی کے مطابق کھائے خدا کی مرضی کے مطابق پیئے جب خدا بھوکا رہنے کو کہے بھوکا پیاسا رہے، من چاہی زندگی چھوڑ کر رب چاہی زندگی اختیار کرے دنیا کی اس زندگی میں کامیابی خدا کی مرضی پر چلنے سے ملتی ہے، نہ کہ خواہشات نفسانی پر چلنے سے، جو لوگ شادی کی ضرورت شدت سے محسوس کرتے ہیں مگر شادی کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے، ان کو حضورؐ نے نفل روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی ہے، بخاری شریف کی ایک حدیث ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نکاح کر سکتا ہے وہ نکاح کرے اور جو نہیں کر سکتا وہ روزہ رکھے۔ بے شک روزہ قوتِ شہوانیت کو کمزور کرتا ہے اور نفس کو قابو میں رکھتا ہے۔

انسان رُوح اور جسم کا مجموعہ ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو چیزوں کا مجموعہ بنایا ہے، ایک جسم دوسری رُوح دونوں کی پرورش و حفاظت کیلئے الگ الگ غذاؤں کا انتظام کیا ہے، جسم انسانی مٹی سے ہے اس لئے اس کی جملہ ضرورتوں کا انتظام زمین سے نکلنے والی غذاؤں سے کیا گیا ہے، جب کہ رُوح انسانی ”امر رب“ ہے لہذا اس کی پرورش اور حفاظت کلامِ ربّانی اور وحیِ الہی سے ہونے کا انتظام فرمایا ہے، ایک خاکی ہے اور دوسرا نوری ایک خالصہ حیوانات کی سطح پر ہے دوسرا

فرشتوں کا ہم رتبہ ہے بلکہ ان سے بھی آگے ہے، دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں ان دونوں میں تصادم ہوتا رہتا ہے۔ ایک کا دباؤ بڑھتا ہے تو دوسرا کچلا جاتا ہے، ایک طاقتور ہوتا ہے تو دوسرا کمزور پڑتا ہے، چنانچہ کبھی ایک کا پلڑا بھاری ہوتا ہے، تو کبھی دوسرے کا، ان دونوں کی تربیت کا انتظام بھی ہونا ضروری تھا، صرف جسمانی تقاضوں کی تکمیل حیوانی زندگی ہے اور صرف رُوحانی تقاضوں کی تکمیل، ملکوتی زندگی ہے اور دونوں کے تقاضوں کو پورا کرنا انسانی زندگی ہے۔ جسم اگر بیمار ہو جائے تو دنیا کی زندگی میں تکلیف ہوتی ہے اور روح بیمار ہو جائے تو دنیا و آخرت دونوں تباہ ہو جاتے ہیں صرف جسم ہی پر محنت ہوتی رہے اور روح کمزور اور بیمار رہے تو پھر انسان پر حیوانی قوت زیادہ غالب رہتی ہے اور انسان حیوانات سے بھی آگے نکل کر انسانی شکل میں جانور اور درندہ بن جاتا ہے حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ جسم اگر چہ طاقتور ہو جاتا ہے کھاتا پیتا اور ہر اعتبار سے تندرست ہی نہیں خوب فریبہ و توانا رہتا ہے۔ مگر روح کمزور اور لاغر ہوتی ہے جسکی وجہ سے جسم کی مثال چلتی پھرتی مُردہ لاش کی مانند ہو جاتی ہے اگر صرف روح ہی پر محنت ہوتی رہے اور جسمانی تقاضوں کو کچل دیا جائے تو انسان دنیا چھوڑ کر، بیوی بچوں سے الگ ہو کر کھانے، کمانے سے دور رہتا ہے اور جنگلوں میں زندگی گزارنا پسند کرتا ہے، اس سے اس کی زندگی کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ دُنیا میں لاکھوں کروڑوں انسان ایسے ہیں جن کی نگاہ صرف جسم پر ہی ہوتی ہے اور وہ دن رات جسم کی حفاظت اور تندرستی کی فکر لئے پھرتے ہیں، جسم بیمار ہو جائے تو دوا کھاتے ہیں، جسم کو بھوک پیاس لگے تو فوراً غذا اور پانی پہنچاتے ہیں، جسم کمزور ہو جائے تو ورزش کر کے طاقتور بناتے ہیں، گرمی اور سردی میں لباس کے ذریعہ جسم کی حفاظت بھی کرتے ہیں، افسوس کہ سال بھر نفس کو مختلف مزے دار جسمانی غذائیں کھلا کھلا کر پالتے ہیں۔

اسلام ان دونوں کے درمیان توازن و اعتدال پیدا کرنا چاہتا ہے، عدم توازن کو ہرگز پسند نہیں کرتا، حد سے زیادہ ریاضتوں اور تپسیاؤں سے ان دونوں طاقتوں کو نہ برباد کرنا چاہتا ہے اور نہ نکمٹا، ناکارہ بنانا چاہتا ہے اور نہ نفس کو مارنا چاہتا ہے، چنانچہ جسم اور رُوح دونوں کی تربیت کر کے انسان میں تقویٰ پیدا کرنا چاہتا ہے۔

روزہ میں خاص طور سے غذا اور شہوت ہی سے دور کیوں رکھا گیا؟

اس کو سمجھنے کیلئے پہلے یہ ذہن میں رکھئے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے جب دو چیزیں عطا فرمائی ہیں، ایک جسم دوسری روح، تو اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک سوار ہے، دوسری سواری، یوں سمجھئے کہ روح سوار ہے اور جسم سواری۔ اور وہ سواری کامیاب سواری ہے جس پر سوار کا پورا پورا قابو ہے، وہ سواری ناکام سواری ہے جس پر قابو نہ رہے۔

اکثر انسانوں کی زندگی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے جسم پر کوئی قابو نہیں رکھتے۔ اور حرام و حلال جائز و ناجائز کو جاننے کے باوجود جسم کے تقاضے پورے کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ وہ جسم یعنی سواری کی مرضی پر اپنی زندگی کا سفر کرتے ہیں، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ اس کو اچھی طرح اوپر کی مثال کو ذہن میں رکھ کر سمجھئے تو معلوم ہوگا کہ جسم کو غذا ایں کھلانے اور شہوت کا عادی بنانے سے انسان کا نفس قابو سے باہر ہونا شروع ہو جاتا ہے اور نفس بار بار خواہشات کی تکمیل کا مطالبہ کرنا شروع کر دیتا ہے، ویسے خوب کھانے اور عیش کرنے والے عام طور پر اطاعت و فرمانبرداری کے عادی نہیں ہوتے، ہمیشہ آرام پسند، شہوت اور نفسانی خواہشات کے دیوانہ بنے رہتے ہیں۔

روزہ کے ذریعہ روح کو طاقت و ربنا کر جسم پر کنٹرول اور غلبہ

پیدا کرنے کی مشق و تربیت کرائی جاتی ہے۔

اسلام روزے کے ذریعہ انسان میں جسمانی اور روحانی کمال پیدا کرنا چاہتا ہے اور روزہ کے ذریعہ جسم کی شہوت اور نفسانی خواہشات کو کم کر کے روح کو جسم پر غلبہ دلانا چاہتا ہے تاکہ جسم روح کے تابع ہو کر چلے۔ نفس اپنی خواہشات دل کو پیش کرتا ہے اور دل پورے جسم سے نفسانی خواہشات کی تکمیل کراتا ہے، نفس پر قابو نہ رکھا جائے تو انسان کی مثال اس سواری کی

طرح ہے جو گھوڑے پر تو بیٹھے مگر اس کو قابو میں نہ رکھ سکے بلکہ گھوڑا اُسے جدھر لے چلے اُدھر کو سوار چلے، کبھی اُدھر کبھی اُدھر، کبھی کسی کے کھیت میں گھس جائے اور کبھی کسی کو روند ڈالے چنانچہ ایسا کمزور سوار کبھی اپنے سفر میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ کامیاب سفر تو وہ ہے جس میں سوار اپنی مرضی سے سواری کو چلائے سوار اگر سواری کو چلنے کیلئے کہے تو چلے، سوار اگر دوڑنے کو کہے تو دوڑے، سوار اگر رکنے کو کہے تو رک جائے، سوار اگر غذا نہ کھانے کو کہے تو نہ کھائے۔

یا اس کو اس مثال سے سمجھئے دنیا میں انسان موٹر گاڑیاں چلاتا ہے گاڑی اس کے کنٹرول میں رہتی ہے وہ کبھی گاڑی کے کنٹرول میں نہیں رہتا اگر گاڑی انسان کے کنٹرول سے باہر نکل جائے تو اکیڈنٹ کا شکار ہو جاتی ہے، وہی گاڑی صحیح چلتی اور اپنا سفر منزل کی طرف طے کرتی ہے جو ڈرائیور کے کنٹرول میں ہو، جو گاڑی ڈرائیور کے کنٹرول میں نہ رہے وہ منزل کی طرف جانے کے بجائے تباہی مچا دیتی ہے، بالکل اسی طرح انسان کا جسم ایک گاڑی ہے اور روح اس کی ڈرائیور ہے، اب اگر روح کا کنٹرول جسم پر رہے گا تو جسم کی یہ گاڑی آخرت کی منزل کی طرف سفر کرتی ہے، اور اگر روح کا کنٹرول جسم پر نہیں رہے گا تو جسم انسانوں کو اعمال رزیلہ اور گناہوں کا عادی بنا کر جہنم کی طرف لے جاتا ہے، دنیا میں انسانوں کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی زیادہ تر تعداد جسم کے کنٹرول میں زندگی گزار رہی ہے، ان کے جسم پر روح کا کوئی کنٹرول اور غلبہ نظر نہیں آتا ان کی روح بیمار اور مردہ نظر آتی ہے اور وہ چلتی پھرتی لاشوں کی مانند نظر آتے ہیں۔

بالکل اسی طرح نفسانی خواہشات کا ساتھ دینے والا انسان آخرت والی کامیاب زندگی نہیں گذار سکتا بلکہ وہ خود نفس کے اشاروں پر کام کرتا ہے اور نفس اس کا خدا بن جاتا ہے، نفس کے حکموں پر من چاہی زندگی گزارتا ہے، اسی لئے قرآن نے ایسے انسانوں کی حالت بیان کرتے ہوئے فرمایا: **أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ**۔ کیا تم نے اس کو بھی دیکھا جس نے اپنے نفس کو معبود بنا لیا۔

چنانچہ موجودہ زمانے میں لاکھوں انسان ایسے کمزور ہیں کہ اُنکا ارادہ اُنکے جسم پر نہیں چلتا، وہ دل و دماغ میں تو بہت ساری چیزوں کو حرام، ناجائز اور گناہ سمجھتے ہیں مگر جسم پر اُنکا

کوئی حکم نہیں چلتا۔ وہ سوچتے کچھ ہیں اور جسم کرتا کچھ ہے، وہ فرض کو فرض جاننے کے باوجود اپنے جسم کو مسجد تک نہیں لے جاسکتے وہ حرام کو حرام جاننے کے باوجود اپنے پیٹ کو حرام کھلانے سے بچا نہیں سکتے، جسم غذا مانگتا ہے تو وہ جسم کا یہ تقاضا حرام و حلال کا تصور کئے بغیر بس پورا کر دیتے ہیں اور جسم عیش و آرام چاہتا ہے تو اس عیش کو پورا کرنے کیلئے چاہے حرام طریقوں ہی سے مال و دولت حاصل کرنا پڑے حاصل کرتے ہیں۔ غرض یہ اپنے جسم کی ہر خواہش کو پورا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام سے بھی واقف رہتے ہیں مگر جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں، ایسے انسانوں کو بتوں کے سامنے جھکنا اور مورتیوں کی پوجا کرنا تو شرک نظر آتا ہے مگر اپنے نفس کو خدا بنا لینا سمجھ میں نہیں آتا، کامیاب صرف وہی لوگ ہیں جو اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھتے اور نفس کی مرضی پر نہیں چلتے، اسلئے انسان کو اپنے نفس کا سردار بن کر رہنا چاہئے، روزہ میں جسم کو غذا اور شہوت سے باقاعدہ دور رکھ کر روحانیت کی گرفت کو مضبوط کرایا جاتا ہے، تاکہ نفس غیر شرعی حکم نہ چلائے جو نفس خدا بن کر رہتا ہے اس میں اور جو نفس خدا کا فرمانبردار بن کر رہتا ہے اس میں زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے، ایک ناکام اور جہنمی زندگی گذارتا ہے اور دوسرا کامیاب جنتی زندگی گذارتا ہے، ایک من چاہی زندگی گذارتا ہے تو دوسرا رب چاہی زندگی گذارتا ہے۔

نفس کے مطالبات میں سب سے بڑے مطالبات غذا اور شہوت ہے اگر یہ مطالبات اعتدال پر رہیں اور جائز حدود میں رہیں تو انسان صحیح معنی میں اللہ کا بندہ رہ کر مقصد زندگی کے تحت کامیاب زندگی گزار سکتا ہے، اگر یہ اعتدال سے ہٹ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہو جائیں تو انسان نفس کا غلام، بندہ اور پجاری بن جاتا ہے

قدرتی نظام کچھ اس طرح سے ہے کہ جب کسی انسان میں ایک قوت کم رہتی ہے تو دوسری قوت بہت طاقتور ہو جاتی ہے مثلاً انسان اگر ناپینا ہے تو اس کی قوت حافظہ بہت تیز ہوتی ہے چنانچہ بہت سارے ناپینا لوگ قرآن بہت اچھا (پکا) یاد کرتے ہیں، ان کی یادداشت بہت اچھی ہوتی ہے۔ یا اگر کوئی بہرا ہے تو اس میں اشاروں اور علامتوں کے ذریعہ سمجھنے کی بہت زبردست صلاحیت ہوتی ہے۔ درختوں کی بعض شاخوں اور پتوں کو کاٹنے سے

پھول اور پھل زیادہ نکلتے ہیں، اسی طرح جسم میں شہوت کو کمزور کیا جائے تو حیوانیت کمزور پڑتی ہے اور روحانیت طاقتور ہو جاتی ہے۔

غذا اور جنسی خواہش یہ دونوں نفس کے طاقتور ہتھیار ہیں اور انسان کو آسانی سے اپنی گرفت میں رکھتے ہیں، کیونکہ یہ صرف خواہش ہی نہیں بلکہ انسان کی فطری ضرورتیں بھی ہیں، انہیں پر انسان کی زندگی اور نسل کے باقی رکھنے کا دار و مدار ہے، انسان زندہ رہنے کیلئے غذاؤں کا اور نسل کو باقی رکھنے کیلئے جنسی ملاپ کا محتاج ہے، جب یہ دونوں زور پکڑتی ہیں تو انسان اگر روحانی طور پر کمزور ہو تو ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور ان کا غلام بن جاتا ہے۔

اسلئے جو شخص اپنے نفس کی ان دو بڑی خواہشات کو حد کے اندر رکھے گا اس سے توقع ہے کہ وہ نفس کے دوسرے تقاضوں کو آسانی سے قابو میں رکھ سکے گا۔ اسلامی روزہ خاص طور پر انسان کے اندر نفس کو قابو میں اور کنٹرول میں رکھنے کی پوری مشق کراتا ہے اور آدمی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لائق بناتا ہے۔ کھانے پینے پر پابندی لگا کر یہ موقع ختم کر دیتا ہے کہ شیطان انسان کے نفس کو اپنا آلہ کار بنائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شیطان تمہارے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ اسکے ان راستوں کو بھوک سے بند کرو۔ ابن آدم کیلئے سب سے زیادہ برباد کرنے والی چیز پیٹ کی خواہشات ہیں، پیٹ ہی حقیقت میں شہوت کا منبع مرکز ہے۔ حیوانیت کی ترقی، کھانے پینے اور جنسی لذتوں میں ہے، اسلئے روزہ حیوانیت کی زیادتی کو روکنے میں شاندار حصہ لیتا ہے۔ زمین پر انسان کے امتحان اور آزمائش کیلئے چاروں طرف نفسانی لذت کے سامان ہیں، مثلاً ناچ، گانا، بجانا، شراب، بدکاری، حرام خوری، بے ایمانی اور بے پردگی وغیرہ جیسی چیزیں پھیلی ہوئی ہیں اور سیدھی راہ پر چلنے والوں کیلئے چوبیس گھنٹے شیطان کے بہکانے والے ہزار ہا منصوبے ہیں، ان تمام گھاٹیوں اور کانٹوں سے انسان کو بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کیا ہے تاکہ انسان ان لغویات میں الجھ کر اپنا مقصد تخلیق فراموش نہ کر جائے بلکہ جسم اور روح کی مناسب و معتدل تربیت کر کے اپنے آپ کو اس لائق بنائے کہ وہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق اپنا صحیح رول ادا کر سکیں اسلام روزہ کے ذریعہ

انسان کو اس قابل بنانا چاہتا ہے کہ وہ جسم پر مضبوط گرفت رکھے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی ادائیگی کیلئے جسم کو تیار کرے، جسم کی پوری مملکت پر روح کو حاکم رہنے کا موقعہ بہم پہنچائے اور اسلام کے حسبِ منشا کام لینے کے قابل بنائے۔ یہ طاقت انسان کو صرف روزہ ہی کے ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی اس مبارک مہینہ میں نفس پر قابو حاصل نہ کر سکا تو پھر دوسرا کونسا مہینہ ہوگا؟ جو ضبطِ نفس کی مشق انسان کو سکھائے گا۔ نفس کی اس تربیت کیلئے صرف فرضِ روزوں ہی پر اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ نفلِ روزوں کی بھی باقاعدہ اسلام میں ترغیب دی گئی ہے تاکہ انسان نفس پر غلبہ حاصل کرنے کا رہ کر تربیت اور مشق کرتا رہے۔ اور نفس کا غلام بننے کے بجائے نفس کا حاکم بنا رہے۔ رمضان کے بعد بھی دوسرے مہینوں میں تربیتِ نفس کی اس مؤثر عملی تدریک کا تھوڑا بہت اعادہ ہوتا رہے، نفلی روزے کتنے اور کن دنوں میں رکھے جائیں؟ اس کیلئے احادیث میں مفصل ہدایتیں موجود ہیں۔

صبر کی صفت پیدا کئے بغیر تقویٰ پیدا نہیں ہوتا اور روزہ صبر کی

مشق کروا تا ہے

انسان کو دنیا میں کامیاب زندگی گزارنے کیلئے صبر کی سخت ضرورت ہے، جو انسان جتنا زیادہ صبر والا ہوگا اتنا ہی اپنی زندگی میں کامیاب اور سکون والا ہوگا، سورہ عصر میں اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر کامیاب انسانوں کی جن چار صفات کو بیان فرمایا ہے ان میں سے ایک صفت صبر کی بھی ہے۔

صبر کے معنی صرف مصیبت پر صبر کرنا ہی نہیں بلکہ صبر کے لغوی معنی ہیں کسی بات پر ڈٹ جانا اور قائم رہنا، لیکن قرآن مجید میں صبر کا فی و سبع معنوں میں استعمال ہوا ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی رو سے صبر تین قسم کا ہے۔

☆ فرائض پر جبر سے پہلے صبر کرنا ☆ گناہوں سے بچنے کے لئے صبر کرنا

☆ مصیبتوں کو برداشت کرنا اور نہ گھبرانا۔

دنیا میں انسان کو زیادہ تر ان ہی تین چیزوں کا سابقہ پڑتا ہے اللہ نے اس پر جو ذمہ داریاں اور فرائض عائد کی ہیں ان پر جبر سے پہلے صبر چاہیے اللہ نے جن چیزوں کو حرام ناجائز بتلایا ہے ان سے دور رہنے اور گناہ سے بچنے کیلئے صبر چاہیے اور زندگی کے دوران کامیابی، ناکامی، خوشی اور غم، خوشحالی و بدحالی، عزت و ذلت ان تمام حالات میں اپنے آپ کو برداشت کے قابل بنانے کیلئے صبر چاہیے۔ صبر دراصل تقویٰ کی جان ہے، اس کے بغیر تقویٰ اختیار کرنا بہت مشکل ہے، چنانچہ روزہ خاص طور پر انسان کو نیکیوں پر جبر سے پہلے کی اور گناہوں سے دور رہنے کی اور بھوک پیاس کی شدت کو برداشت کرنے کی خاص تربیت کراتا ہے۔ جس سے انسان میں صبر کی صفت پیدا ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر والوں کے ساتھ ہے۔ **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ** (پ-۲) ”اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے“ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کے ساتھ ہے۔ **إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ** (پ-۲)

غور کیجئے ایک طرف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”روزہ میرے لئے ہے اور میں خود اسکی جزا دوں گا“ یا میں خود اس کی جزا ہوں“ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں گویا یہ کہ میں تقویٰ والوں کے ساتھ ہوں، آپ سوچئے کہ روزہ کا عمل تقویٰ کے حصول کیلئے ہے، اور روزہ میں صبر کرنا ضروری ہے، اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو روزہ کے ذریعہ اپنے قرب کا زیادہ سے زیادہ موقعہ دینا چاہتا ہے، جس بندے کے ساتھ اللہ ہو اس کیلئے دنیا اور آخرت کی زندگی بالکل آسان ہو جاتی ہے اللہ کے رسول ﷺ نے رمضان کو شہر الصبر فرمایا ہے یعنی صبر کا مہینہ، اور صبر کا بدلہ جنت ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ خاص میرے لئے ہے، اس میں بندہ اپنی آرزوؤں کو اور خواہشوں کو میری خاطر چھوڑ دیتا ہے۔

دنیا کی زندگی ایک ایمان والے کیلئے امتحان اور آزمائش کی ہے۔ اسلئے اسکو یہاں مختلف حالات سے گزرنا پڑتا ہے۔ کبھی فساد اور جنگ کے حالات سے، کبھی شرک اور کفر کے

ماحول سے سابقہ پڑتا ہے، کبھی اسلام پر چلنا اس کے لئے انتہائی مشکل ہو جاتا ہے، کبھی عزت و آبرو کا لٹ جانا وغیرہ ان تمام حالات میں اللہ تعالیٰ کے حدود میں زندگی گزارنے کیلئے صبر کا ہونا بہت ضروری ہے اور روح کو طاقتور بنائے بغیر صبر پیدا نہیں ہوتا روزہ ایمان والے کیلئے صبر پیدا کرنے کی زبردست مشق اور تربیت ہے۔

تقویٰ کی صفت پیدا کرنے کیلئے روزہ میں شکم کا تقویٰ بہت

ضروری ہے

نفس پر قابو حاصل کرنے اور صبر کی صفت پیدا کرنے کی مشق اور تربیت حاصل کرنے کے لئے حالت روزہ میں شکم کا تقویٰ بہت ضروری ہے، یوں تو ہر روز شکم کا تقویٰ بہت ضروری ہے مگر روزہ میں اس کے بغیر تقویٰ کی تربیت حاصل نہیں کی جاسکتی۔

انسان کے جسم میں معدہ کا حال حوض کی مانند ہے، اور دوسرے تمام اعضاء و جوارح نالیوں کی طرح ہیں جو اس حوض سے جڑے ہوئے ہیں، پس حوض میں جیسا پانی ہوگا نالیوں میں بھی ویسا ہی پانی آئیگا اگر حوض میں پاک صاف میٹھا پانی ہے تو نالیوں میں بھی پاک صاف پانی ہوگا، اور اگر حوض میں ناپاک، گندہ، بدبودار پانی ہے تو نالیوں میں بھی گندہ و ناپاک بدبودار پانی ہی آئے گا۔ بالکل اسی طرح انسان کے معدہ میں حلال غذا ہے تو انسان کے ہاتھوں، پیروں، آنکھوں، کانوں کے افعال بھی نیک و صالح ہونگے اور اگر پیٹ میں حرام غذا ہوگی تو ان تمام اعضاء سے افعال بھی خبیث ہی صادر ہوں گے۔

دنیا کے حوض میں اور انسانی جسم کے حوض میں فرق صرف یہ ہے کہ دنیا کے حوض کا پانی جیسا ہے ویسا ہی نالیوں کے ذریعہ آجاتا ہے اور انسانی جسم کے حوض کا حال یہ ہے کہ غذا حرام ہو یا حلال وہ ہضم ہو کر فضلہ اور بھوسہ بن کر الگ ہو جاتی ہے، مگر غذا کارس اور اثر خون میں مل کر نالیوں میں آتا ہے اور اپنے حرام یا حلال اثرات کے ساتھ ہاتھوں، پیروں، آنکھوں، زبان

اور شرمگاہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

ایمان والوں کو حالت روزہ میں حرام و حلال کا بے انتہا خیال ہونا بہت ضروری ہے۔ افطار اور سحر میں خاص طور پر جسم میں حلال غذا کو پہنچانا ہوگا اور حرام غذا سے پوری طرح اپنے معدہ کو بچانے کی بھرپور کوشش کرنی ہوگی، تب ہی انسان میں تقویٰ کی صفت جڑ پکڑتی ہے اور اس کے جسم سے نورانی اعمال آسانی سے ظاہر ہوتے ہیں اور اس کیلئے حضور ﷺ کی اتباع آسان ہو جاتی ہے۔ جو لوگ اپنے پیٹ کا تقویٰ اختیار نہیں کر سکتے وہ اپنے نفس کو بھی قابو میں نہیں رکھ سکتے اور نہ ان میں مجاہدہ کرنے کیلئے صبر پیدا ہوتا ہے

روزہ کم کھانے کم پینے کا مجاہدہ نہیں

بعض لوگ روزہ میں ملامت کرتے ہیں کہ پیٹ بھر کر نہ کھاؤ، بلکہ کم کھاؤ، اگر زیادہ کھاؤ گے تو روزہ میں نفس کو کنٹرول کرنے کی جو حکمت ہے وہ حاصل نہ ہوگی اور روزہ رکھنا نہ رکھنا برابر ہو جائے گا۔

یاد رکھئے مجاہدہ کھانے پینے کے ترک کرنے یا کم کھانے پینے کو نہیں کہتے، بلکہ مجاہدہ نام ہے ترک عادت کا، کم کھانے اور کم پینے کے باوجود روزہ میں بد اخلاقیوں اور نافرمانیوں اگر جاری رہیں تو پھر فائدہ کیا ہوگا؟ دن میں کھانے پینے سے رکنے کے ساتھ ساتھ ان تمام برائیوں سے بھی رکے رہنا ہوگا جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے دور رہنے کا حکم دیا ہے، یہی اصل مجاہدہ ہے۔ اس تشریح کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ روزہ میں خوب کھاؤ، کم کھانا بے شک سنت ہے اور صحت کیلئے بھی بہتر ہے، حضور ﷺ نے جتنا کھانے کی ہدایت دی ہے، اتنا ہی کھانے کی عادت ہمیشہ ذمی چاہیے، اور روزہ میں بھی اتنا ہی کھایا جائے مگر ہمیں روزہ کی حالت میں اصل توجہ کم کھانے، کم پینے پر نہیں بلکہ کھانا پینا چھوڑنے کے بعد نفس پر قابو پانے اور صبر کی صفت اختیار کرنے پر ہونی چاہیے، اور اللہ کے رسول ﷺ نے جن چیزوں سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے ان تمام چیزوں سے دور رہنے کی مشق کرتے رہنا چاہیے، رات میں

بھی کم کھانا اور پینا روزہ کیلئے ضروری ہو اس پر کوئی دلیل نہیں؛ اگر روزہ کا کمال اس پر موقوف ہوتا تو اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے فرماتا کہ روزہ افطار اور سحر میں بھی اپنی غذا سے کم ہی کھائے لیکن کسی حدیث میں روزہ کے تعلق سے ایسا مضمون نہیں؛ البتہ یہ اعلان ہے کہ اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔

تقویٰ پیدا کرنے کیلئے حالتِ روزہ میں آنکھیں بھی روزہ میں ہوں

حالتِ روزہ میں نفس پر قابو حاصل کرنے اور صبر کی مشق کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ایمان والے اپنی آنکھوں کو بھی روزہ میں رکھیں اور اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا رہے، نفس کو آوارہ بننے میں اور دل و دماغ کے خیالات کو پراگندہ کرنے میں آنکھوں کا بڑا دخل ہے، اس لئے حالتِ روزہ میں تقویٰ کی مشق کرنے کیلئے آنکھوں سے گناہ نہ کیا جائے اور گناہ کی چیزیں دیکھنے سے دور رکھا جائے یعنی اپنے آپ کو آنکھوں کے زنا سے بچایا جائے۔ ایمان والے حالتِ روزہ میں صرف حلق سے پیاسے اور پیٹ سے بھوکے ہی نہیں رہتے بلکہ ان کی آنکھیں بھی روزہ میں ہوتی ہیں۔

تقویٰ پیدا کرنے کیلئے حالتِ روزہ میں کان بھی روزہ میں ہوں

حالتِ روزہ میں نفس پر قابو حاصل کرنے اور تقویٰ کی مشق کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ایمان والے اپنے کانوں کو بھی روزہ میں رکھیں اور اپنے کانوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں لگائے رکھے۔ کانوں کو خاص طور پر غیبت، گالوں، گالی گلوچ، بے حیائی کی باتیں سننے سے دور رکھے، نفس کو بُرائی سے بچانے کیلئے کانوں پر بھی قابو رکھا جائے اور اپنے آپ کو کانوں کے زنا سے بچائے رکھے۔ ایمان والے حالتِ روزہ میں صرف حلق سے پیاسے اور پیٹ سے بھوکے ہی نہیں رہتے بلکہ ان کے کان بھی روزہ میں ہوتے ہیں۔

تقویٰ پیدا کرنے کیلئے حالتِ روزہ میں زبان بھی روزہ میں ہو

انسان کو متقی اور پرہیزگار بننے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان کو قابو میں رکھے اور حالتِ روزہ میں تقویٰ کی مشق کرنے کیلئے خاص طور پر جھوٹ، غیبت اور فحش کلامی اور بے حیائی و بے شرمی اور گالی گلوچ کی گفتگو سے دور رکھے، اگر زبان انسان کے قابو میں نہ رہے تو زبان سے یہ تمام کبیرہ گناہ نکلتے رہتے ہیں۔ دنیا میں جتنے بھی نیک اور صالح لوگ گذرے ہیں وہ زبان کی ان تمام بیماریوں سے بالکل دور رہتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے حالتِ روزہ میں ایمان والوں کو خاص طور پر جھوٹ، غیبت اور فحش کلامی سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی روزہ رکھتے ہوئے جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی پرواہ نہیں۔ (بخاری)

ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی کیلئے روزہ ایک ڈھال ہے جس کے ذریعہ وہ دوزخ کی آگ سے بچ سکتا ہے، مگر ڈھال اس وقت تک ہے جب تک وہ اسے پھاڑ نہ دے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ ڈھال کیسے پھٹ جاتی ہے؟ آپ نے جواب دیا جھوٹ اور غیبت سے (نسائی)

روزہ دار جس طرح حالتِ روزہ میں کھانے پینے اور جماع سے پرہیز کرتا ہے اسی طرح اسے جھوٹ، غیبت اور فحش کلامی سے بھی پرہیز کرنا چاہئے ورنہ گناہ کرتے ہوئے روزہ رکھنا ایک طرح کا فاقہ ہے، جھوٹ، غیبت اور فحش کلامی زبان سے کی جاتی ہے اس لئے حالتِ روزہ میں زبان بھی روزہ میں ہو ورنہ تقویٰ کی صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔

انسانی کلام میں جھوٹ، غیبت اور فحش کلامی یہ زبان کی بڑی بڑی بیماریاں ہیں، فحش کلامی اور گالی گلوچ تو زبان کا زنا ہے جس کی وجہ سے زمین پر فساد برپا ہوتا ہے، جھوٹ غیبت اور گالی گلوچ انسانی اخلاق سے بہت گہرا تعلق رکھتے ہیں، وہ آدمی قابلِ اعتبار ہی نہیں جو جھوٹ کا عادی ہو، زبان کی یہ بڑی بڑی بیماریاں چھوڑنے سے انسان انسانیت کے بلند مرتبہ پر آجاتا ہے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا مومن جھوٹا نہیں ہوتا۔ اسلام نے مسلمانوں کو گالی

گلوچ، بہتان، لعن طعن، چغلی، عیب جوئی، فضول بکواس، فحش اور بے ہودہ مذاق سب ہی سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے، جو شخص جھوٹ اور غیبت کا عادی ہوتا ہے وہ تقریباً ان تمام ناجائز کلاموں کا بھی عادی ہوتا ہے۔

انسان کو زندگی کے میدان میں زبان کی ان بیماریوں سے بہت زیادہ سابقہ پڑتا رہتا ہے، وہ خود اس کا عادی نہ رہا تو اس کے دوست احباب کی زبانوں میں یہ بیماریاں ہوتی ہیں، اس لئے اگر ایک ایمان والا اپنی زبان کو قابو کر لے اور اپنے ساتھیوں کی خراب اور غیر شرعی گفتگو پر ناراضگی کا اظہار کرے تو انسان آسانی سے سنجیدہ بن کر متقی اور پرہیزگاری کی صفت اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے، کسی بھی انسان کے اخلاق کو درست کرنا ہو تو سب سے پہلے اس کو زبان کی بیماریوں اور زبان کے زنا سے دور رکھا جائے، اسی لئے اللہ کے رسولؐ نے حالت روزہ میں ایمان والوں کو خاص طور پر جھوٹ، غیبت اور فحش کلامی جیسی بیماریوں سے دور رہنے کی تاکید فرمائی ہے۔

جھوٹ، غیبت ایسی بیماریاں ہیں جو پورے معاشرے میں لڑائی جھگڑے، جھوٹے مقدمات، کاروبار میں دھوکہ دہی، رشوت کی افراط وغیرہ جیسے گناہ پیدا کر دیتی ہیں اور فحش کلامی سے معاشرے کا تہذیب و تمدن گر جاتا ہے، لوگوں کے اخلاق میں گراؤٹ آ جاتی ہے، دوسری قومیں ایسے انسانوں کو گری ہوئی نگاہوں سے دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ایسے انسان کی کوئی وقعت باقی نہیں رہتی۔ جھوٹ، غیبت اور گالی گلوچ کو اسلامی تہذیب میں گناہ کبیرہ اور حرام قرار دیا گیا ہے اور جھوٹ تو منافقوں کی صفت بتلائی گئی ہے، اسلئے ایمان والے حالت روزہ میں صرف حلق سے پیاسے اور پیٹ سے بھوکے ہی نہیں رہتے بلکہ انکی زبان بھی روزہ میں ہوتی ہے۔

حالت روزہ میں ہاتھوں اور پیروں سے بھی تقویٰ کی مشق ہونی چاہئے

نفس پر قابو حاصل کرنے اور تقویٰ کی مشق کرنے کیلئے ضروری ہے کہ ایمان والے

اپنے ہاتھوں اور پیروں کو بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری میں استعمال کرے اور ہاتھوں کو کسی پر ظلم و زیادتی اور لڑائی و جھگڑا میں استعمال نہ کرے اور پیروں کو گناہوں کے راستے پر نہ چلائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ روزہ تمام گناہوں سے بچنے کا ڈھال ہے، روزے کی حالت میں فحش اور جہالت کی باتیں نہ کی جائیں۔ اگر کوئی شخص لڑائی جھگڑا یا گالی گلوچ کرے تو اس سے کہہ دینا چاہئے کہ میرا روزہ ہے، میں روزے سے ہوں۔ (بخاری و مسلم)

اگرچہ بدکلامی، گالی گلوچ، شور و غل، ناچ گانا اور لڑائی جھگڑا وغیرہ تمام بری باتوں سے بچنا ایک ایمان والے کیلئے ہر حال میں ضروری ہے، لیکن حالت روزہ میں جب وہ تقویٰ کی مشق اور تربیت حاصل کر رہا ہو تو تقویٰ کی صفت اپنے اندر پیدا کرنے کیلئے خاص طور پر ان تمام چیزوں سے بہت دور رہے اور اگر کوئی اس سے لڑائی جھگڑا کرے تو اس سے یہ کہے کہ میں روزہ سے ہوں۔

بہر حال مسلمان حالت روزہ میں صرف اپنے حلق سے پیاسے اور پیٹ سے بھوکے ہی نہیں رہتے بلکہ وہ ہاتھوں پیروں کو بھی روزہ میں رکھتے ہیں اور اپنے ہاتھوں پیروں سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتے۔

ایمان والے حالت روزہ میں صرف پیٹ سے بھوکے اور حلق سے

پیاسے ہی نہیں رہتے بلکہ ان کے جسم کا رواں رواں بھی روزہ میں ہوتا ہے

ایمان والے اپنے نفس پر قابو حاصل کرنے اور صبر کی مشق کرنے کیلئے وہ صرف حلق سے پیاسے اور پیٹ ہی کو بھوکا نہیں رکھتے بلکہ ان کا پیٹ بھی روزہ میں ہوتا ہے، انکا حلق بھی روزہ میں ہوتا ہے، ان کی آنکھیں بھی روزہ میں ہوتی ہیں، ان کے کان بھی روزہ میں ہوتے ہیں، ان کی شرمگاہیں بھی روزہ میں ہوتی ہیں، انکے دل و دماغ بھی روزہ میں ہوتے ہیں،

غرض وہ ہر پہلو سے تقویٰ کی مشق اور تربیت کرتے ہیں، اُنکے رویوں میں روزہ کا اثر ہوتا ہے۔ اس طرح وہ اپنے جسم کے تمام اعضاء کو روزہ میں رکھتے ہیں، اور یہ مشق و تربیت تیس دن تک کرتے رہتے ہیں، جسکی وجہ سے ان میں تقویٰ پر چلنے کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔

غیر مسلموں کو روزہ سے سوائے جسمانی فائدے کے اور کچھ

بھی حاصل نہیں ہوتا

دنیا کے دوسرے مذاہب میں اس انداز پر نہ تقویٰ کی مشق ہے اور نہ وہ روزہ کے ذریعہ متقی بن سکتے ہیں، دنیا کے دوسرے مذاہب کے پاس روزہ تقویٰ کی غرض سے نہیں رکھا جاتا اور نہ ان کے پاس تقویٰ کا کوئی تصور ہے، وہ بس ایک مذہبی رسم کی شکل میں عبادت کے تصور سے روزہ رکھتے ہیں۔ وہ نہ اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا احساس رکھتے ہیں اور نہ اُن میں اللہ تعالیٰ کا صحیح معنی میں ڈر، خوف، ادب و احترام ہی ہوتا ہے ان کے نزدیک صرف پیٹ سے بھوکا اور حلق سے پیاسا رہنے کا نام ہی روزہ ہے۔ نہ اُن کی آنکھیں روزہ میں ہوتی ہیں اور نہ کان روزہ میں ہوتے ہیں نہ زبان روزہ میں ہوتی ہیں۔ اور نہ دل و دماغ روزہ میں ہوتے ہیں وہ حالت روزہ میں لڑائی جھگڑا کرتے ہوئے ہاتھوں پیروں کو گناہ کے کاموں میں استعمال کرتے ہیں اور روزہ کے اوقات مکمل کرنے کیلئے فلم اور ڈرامے دیکھتے، گانے سنتے اور ہنسی مذاق اور لغو باتوں میں مصروف رہتے ہیں، وہ حالت روزہ میں غیبت اور فحش گفتگو اور جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ غیر مسلموں کو حرام و حلال کا کوئی احساس ہی نہیں ہوتا، وہ روزہ کی ابتداء اور انتہا بھی حرام و حلال کا احساس رکھے بغیر کرتے ہیں۔ اور کوئی بھی غذا پیٹ میں اُتار لیتے ہیں ان کے پاس روزہ میں رب چاہی زندگی کا کوئی تصور ہی نہیں ہوتا، وہ حالت روزہ میں بھی من چاہی زندگی گزارتے ہیں ان کے یہاں نفس پر قابو پانے اور صبر کی مشق کرنے کی کوئی تربیت ہی نہیں کرائی جاتی۔

غیر مسلم کو روزہ سے کوئی روحانی صحت نصیب نہیں ہوتی، وہ روزہ سے پہلے جیسا ہوتا ہے روزہ میں بھی ویسا ہی رہتا ہے اور روزہ کے بعد بھی اس کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، وہ جیسا کا ویسا ہی رہتا ہے۔ مگر مسلمان کی زندگی روزے سے پہلے جیسی ہوتی ہے روزے کے بعد ویسی نہیں رہتی، وہ روزے کے بعد متقی و پرہیزگار بن جاتا ہے، غیر مسلم کو روزے سے سوائے جسمانی فائدے کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

بے شعور، غافل اور نام کے مسلمانوں کی حالت

اکثر مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ وہ حالت روزہ میں بھی اپنی حالت کو نہیں بدلتے، بس رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی روزے کو عبادت اور فرض سمجھ کر رکھ لیتے ہیں مگر جن چیزوں سے بچنا ہے اور جن چیزوں کی مشق کرنا ہے ان کا خیال نہیں کرتے، ایسے انسانوں میں کیسے تقویٰ پیدا ہوگا؟۔

حرام مال کھانے والے حالت روزہ میں بھی حرام مال کھاتے ہیں

جو مسلمان سال کے گیارہ مہینے حرام مال کھانے کے عادی ہوتے ہیں وہ حالت روزہ میں بھی حرام مال کھانے کو بُرا نہیں سمجھتے، ان کا افطار اور سحری مال حرام سے خریدے گئے میوے اور عمدہ غذاؤں سے ہی ہوتا ہے۔ وہ اپنے حرام مال سے دوسرے روزے داروں کا بھی روزہ خراب کرتے ہیں، غور کیجئے ایسے لوگوں میں تقویٰ کیسے پیدا ہوگا؟

بے پردہ عورتیں حالت روزہ میں بھی بے پردہ پھرتی رہتی ہیں

جو عورتیں پردے کو پسند نہیں کرتیں اور سال کے گیارہ مہینے بے پردہ ہی پھرتی ہیں وہ

حالت روزہ میں بھی بے پردہ پھرنے کو نہ برا سمجھتی ہیں اور نہ گناہ اُنکے نزدیک روزہ رکھنا تو عبادت ہوتا ہے مگر پردہ میں رہنا عبادت نہیں۔ وہ حلق سے پیاسی اور پیٹ سے بھوکی رہ کر اللہ کی عبادت کرنا چاہتی ہے مگر اپنے جسم کو چھپا کر عبادت کرنا نہیں چاہتی، تو پھر ان میں تقویٰ کیسے پیدا ہوگا؟ وہ اسلام کی خلاف ورزی کر کے تقویٰ کی مشق کیسے کریں گی۔

گالی گلوں کرنے والے حالت روزہ میں بھی گالی گلوں کرتے ہیں

آج کل گالی گلوں سے بات کرنا ایک فیشن بن گیا ہے اور گالی گلوں اکثر لوگوں کا تکیہ کلام بنا ہوا ہے۔ ایسے لوگ سال کے گیارہ مہینے بھی گالی گلوں اور فحش گفتگو کرتے ہیں، حالت روزہ میں بھی فحش کلامی کرنے کو یہ لوگ نہ برا سمجھتے اور نہ گناہ سمجھتے ہیں، تو پھر ان میں تقویٰ کیسے پیدا ہوگا؟۔

غیبت کے عادی لوگ حالت روزہ میں بھی غیبت کرتے ہی رہتے ہیں

جو لوگ سال کے گیارہ مہینے غیبت کے عادی ہوتے ہیں، عام طور پر حالت روزہ میں بھی وہ غیبت کرتے رہتے ہیں، ان کے نزدیک غیبت کے گناہ ہونے کا تصور ہی نہیں رہتا، پھر ان میں تقویٰ کہاں سے پیدا ہوگا؟۔

جھوٹ بولنے والے حالت روزہ میں بھی جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں کرتے

جو لوگ جھوٹ بولنے کے عادی ہوتے ہیں، عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ وہ حالت روزہ میں بھی جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹ سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے، غور کیجئے کہ ایسے لوگوں میں تقویٰ کیسے پیدا ہوگا؟ انکی جھوٹ وعدہ خلافی اور تجارت میں دھوکہ کے ذریعہ ہوتی ہے۔

فلم دیکھنے والے حالت روزہ میں بھی احتیاط نہیں کرتے

جو لوگ فلم دیکھنے اور ناچ گانے سُننے کے عادی ہوتے ہیں وہ حالت روزہ میں بھی فلم دیکھتے ہیں، سینما ہو یا فلم کی کیسٹ، بہر حال فلم ہے، لیکن ان کی حالت یہ ہے کہ ان کا وقت گذرتا ہی نہیں، فلم نہ دیکھنے پر دن بور معلوم ہوتا ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ موجودہ زمانہ میں شاید ہی کوئی گھر مسلمانوں کا ایسا ہو جہاں سے گانوں کی آواز نہ آتی ہو، اس لئے حالت روزہ میں بھی فلم دیکھنے اور ناچ گانے سُننے سے احتیاط نہیں کرتے تو پھر کیسے ان لوگوں میں تقویٰ پیدا ہوگا؟

لڑائی جھگڑا کرنے والے حالت روزہ میں بھی صبر نہیں کرتے

جو لوگ لڑائی جھگڑے کے عادی ہوتے ہیں وہ حالت روزہ میں بھی لڑائی جھگڑے سے دور نہیں رہتے، چنانچہ اکثر لوگوں کو ناک پر غصہ ہوتا ہے اور حالت روزہ میں تو غصہ اور چڑچڑاپن اور بڑھ جاتا ہے۔ وہ پیٹ کو بھوکا اور حلق کو پیاسا رکھ کر تو اللہ کی عبادت کرنے کیلئے تیار رہتے ہیں مگر غصہ کو قابو میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا نہیں چاہتے۔ اکثر گھروں میں ساس بہو اور میاں بیوی سال کے گیارہ مہینے لڑتے ہیں اور رمضان میں بھی لڑتے ہی رہتے ہیں، لڑائی جھگڑا بند نہیں کرتے تو پھر کیسے تقویٰ پیدا ہوگا؟۔

سال کے گیارہ مہینے کھانے پینے کی چیزوں پر محنت کی جاتی ہے

اور رمضان میں بھی اسی پر محنت ہوتی ہے

رمضان کے مہینہ میں طرح طرح کے پکوان ہوتے ہیں، مختلف قسم کی تلی ہوئی چیزیں اور قسم قسم کے سالن، کھانے اور ہریس بنائے جاتے ہیں، عورتیں دو دو بجے رات سے اُٹھ کر چولہا

سنجھال لیتی ہیں اور سحر تک سو نہیں سکتیں؛ جس کی وجہ سے آدھا دن سوتی پڑی رہتی ہیں اور پھر افطار کے پکوان کے لئے ظہر کے فوراً بعد باورچی خانہ میں چلی جاتی ہیں۔ غور کیجئے کھانے اور پکوان کا اتنا اہتمام کہ عورتوں کا سارا وقت پکوان میں گزر جاتا ہے، وہ کب تلاوت قرآن، تسبیح اور نماز کیلئے وقت پائیں گی، ان کو تو پکوان ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ مردوں کا عالم یہ ہوتا ہے کہ وہ افطار کرتے ہی نئے نئے ہوٹل ڈھونڈتے پھرتے ہیں، تقویٰ کی فکر زیادہ رہنے کی بجائے کھانے کی فکر زیادہ رہتی ہے، تقویٰ کی مشق زیادہ کرنے کے بجائے کھانے کی فکر زیادہ رہتی ہے۔

مساجد میں افطار کے وقت لوٹ مار ہوتی ہے

رمضان کے مہینہ کو ایثار و قربانی کا مہینہ بتایا گیا اور دوسروں کو کھلا کر ثواب حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی، چنانچہ اکثر مساجد میں روزہ داروں کے لئے افطار بھیجی جاتی ہے مگر مساجد میں افطار تقسیم ہوتے وقت کچھ عجیب سا حال مسلمان بچوں کا دیکھا گیا۔ وہ فقیروں کی طرح افطار کی کشتیوں کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اور اپنی افطار کھا کر پھر دوسروں سے بھیک بھی مانگتے ہیں اور افطار تقسیم کرنے والے حالت روزہ میں افطار میں سے چوری کر کے اپنے لئے علیحدہ اور زیادہ افطار جمع کر لیتے ہیں دوسروں کے برابر حصہ نہیں لیتے، چوری کی افطار سے روزہ کھولتے ہیں اگر قوم کا یہ حال رہا تو ان میں وقار و متانت اور امانت داری اور بچوں میں صبر و قناعت کیسے پیدا ہوگی؟۔

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کا رمضان کے ساتھ سلوک

موجودہ زمانے میں مسلمانوں کی زندگیوں پر غور کر کے دیکھئے ایک مسلمان کی زندگی میں برسہا برس سے رمضان کا مہینہ ہر سال آتا ہی رہتا ہے اور وہ ۱۴-۱۵ سال کی عمر سے روزہ رکھنا شروع کر دیتا ہے، غور کیجئے کہ ہر سال روزہ رکھنے کے باوجود مسلمانوں کی زندگیوں

میں تقویٰ بڑھنے کے بجائے اُلٹا ہر سال بے دینی اور دین سے بیزاری کا ماحول بڑھتا ہی جا رہا ہے مسلمان چاند دیکھتے ہی مساجد کو آباد کر دیتے ہیں اور پورا مہینہ نماز اور روزہ کی باقاعدہ پابندی کے ساتھ مشق کرتے ہی رہتے ہیں مگر افسوس کہ جیسے ہی شوال کا چاند نظر آتا ہے فوراً اسی رات عشاء کی نماز سے مسجدوں کو ویران کر دیتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کو اب مسجدوں سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی۔ اب وہ اسلام سے کوئی دلچسپی ہی نہیں رکھتے۔ ان کی زندگی رمضان سے پہلے جیسی تھی پھر ویسی ہی ہو جاتی ہے، روزہ سے ان کی زندگیوں میں کوئی تغیر اور تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو روزہ کا صحیح شعور نہیں، یا تو اپنے باپ دادا کو دیکھ کر یارواری کی خاطر بس روزہ ایک رسمی اندازہ سے رکھ لئے تھے، کبھی بھی روزوں کے تعلق سے شعور حاصل کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔

انکی یہ حالت دیکھنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت نہیں رمضان کی پوجا کر رہے تھے، اللہ کو بڑا نہیں رمضان کو بڑا مانتے ہیں۔ انکو اللہ سے محبت نہیں بلکہ رمضان سے محبت ہے، ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ رمضان کے بچاری ہیں یا اللہ کے؟ اگر انہوں نے صرف رمضان کا احترام کیا تو ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ صرف رمضان کے غلام ہیں انہوں نے اللہ کی اطاعت نہیں کی اور انہوں نے اللہ کا احترام نہیں کیا۔

اگر وہ اللہ کو بڑا سمجھتے اور ان کو اللہ سے محبت ہوتی تو وہ رمضان کے بعد بھی اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے مسجدوں کو آباد رکھتے اور رمضان کے چلے جانے کے بعد بھی وہ اللہ کو نہ بھولتے اور اللہ سے غافل نہ ہوتے۔ اگر مسلمان نے روزوں کے مقصد اور حکمتوں کو نہ سمجھا اور صرف اپنی زندگی کو رمضان کی حد تک اطاعت گزار بنائے رکھا تو گویا اس نے اللہ کی حکمت کو نہیں سمجھا اور روزوں سے فائدہ اور فیض حاصل نہیں کیا۔ ایسے لوگ صرف رمضان ہی میں اپنے آپ کو دین کا پابند بناتے ہیں اور رمضان کے فوراً بعد مساجد سے دور ہو کر دین کے خلاف زندگی گزار کر دین سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کا یہ عالم ہوتا ہے کہ رات کے قیام کے طور پر پانچ پانچ چھ چھ پارے کلام الہی کے ہر روز سنتے ہیں اور تراویح کے لئے ایک شمی شبینہ کی جماعت مقرر کر کے

ایسی دلچسپی ظاہر کرتے ہیں کہ بس وہ قرآن کی بڑی عظمت کرنے والے ہیں ان کی زندگی گویا قرآن کا اوڑھنا بچھونا ہے مگر جیسے ہی رمضان ختم ہوا اسی دن نماز چھوڑ کر قرآن کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قدم قدم پر یعنی زندگی کے ہر شعبہ میں قرآن کی نافرمانی کرتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے تعلق سے قرآن خلاف میں گواہی دے گا کہ یہ قرآن سنتے تھے مگر عمل نہیں کرتے تھے ان کا مقصد صرف تراویح سے ثواب حاصل کرنا ہوتا ہے قرآن سے فیض حاصل کرنا نہیں۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے سال میں ایک مرتبہ ایسا انتظام کیا ہے کہ جو کلام انسانوں کی زندگی اور ان کی زندگیوں کا ضابطہ اور قانون ہے اسے مسلمان ہر رات تراویح میں سنیں اور واقف ہو جائیں تاکہ مسلمانوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے کیا احکام ہیں؟ اللہ کیا چاہتا ہے؟ اسکی بندگی اور غلامی کیسے کی جائے اور اس کو راضی کیسے کیا جائے؟ دنیا اور آخرت کی زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ گویا تراویح میں آپ کو آپ کی زندگی کے تعلق سے پوری پوری بات سنائی جا رہی ہے تاکہ مسلمانوں کی زندگی میں تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا ہو جائے مگر افسوس ہر سال ہم قرآن سے قریب ہونے کے بجائے دور ہی ہو رہے ہیں اور ہر سال رمضان نصیب ہونے کے باوجود ہماری زندگی اسلام کے مطابق ہونے کے بجائے اسلام کے خلاف چل رہی ہے ہم تقویٰ کے حدود میں آنے کی بجائے بغاوت کی لائن پر جا رہے ہیں آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ روزہ سے ہم میں تقویٰ کیوں پیدا نہیں ہو رہا ہے؟ اور ہماری زندگی دوسروں کے لئے مثالی کیوں نہیں بن رہی ہے؟

روزہ ایک روحانی دوا ہے

جس یقین کے ساتھ آپ یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ زہر انسان کے لئے قاتل ہے اسی یقین کے ساتھ طب روحانی کا واقف کار کہتا ہے کہ گناہ انسان کی روح کو قتل کر دیتا ہے اسلام نے تمام عبادات کو امراض روحانی کی دوا قرار دیا ہے اسلامی عبادات و احکام میں کوئی چیز بھی اس غرض سے نہیں رکھی گئی کہ اس سے انسان کی جان کو تکلیف پہنچے۔

بس روزہ بھی ایک قسم کی دوا ہے اور دوا کو بقدر دوا ہی ہونا چاہیے تھا۔ اگر پورا سال اس دوا میں صرف کر دیا جاتا تو یہ ایک غیر طبعی علاج ہوتا اور انسان کی جسمانی جدوجہد کا خاتمہ ہو جاتا اور اس کے مزاج کی تازگی مٹ جاتی جو عبادت کا اثر قبول کرتی ہے لیکن اگر دو چار روز کا تنگ اور محدود وقت رکھا جاتا تو یہ اتنی کم مدت ہوتی کہ اس سے دوا کا اثر اور فائدہ بھی ظاہر نہ ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے روزہ کے لئے سال کے بارہ مہینوں میں سے صرف ایک مہینہ کا وقت اس دوا کے استعمال کے لئے مقرر کیا اور ایک خاص مہینہ کو مقرر کر کے اس کی نشان دہی بھی فرمادی تاکہ ساری کی ساری امت محمدیہ ایک ہی وقت اور ایک ہی مہینہ میں اس فرض کو ادا کر کے اسلام کے نظام وحدت کا مظاہرہ کرے اور نفس انسانی آہستہ آہستہ اہم ذمہ داریوں کو اٹھانے کے قابل بن سکے۔ اب آئیے غور کریں کہ روزہ کا اثر ہم پر کیوں نہیں ہو رہا ہے؟

روزہ رکھنے والوں کی تین قسمیں

روزہ ایک روحانی دوا ہے جس سے روح صحت مند اور تندرست ہوتی ہے مگر اس دوا کو استعمال کرتے وقت تین قسم کے روزہ دار نظر آتے ہیں اور ان کی کیفیت بھی الگ الگ ہوتی ہے۔ جسمانی بیماریوں کو دور کرنے کیلئے جب دوا استعمال کی جاتی ہے تو اس میں بھی تین قسم کے مریض نظر آتے ہیں اور ان کی بھی پرہیز تین قسم کی ہوتی ہے۔

پہلی قسم کے مریض

اکثر لوگ جسمانی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے دوا کا استعمال کرتے ہیں مگر پرہیز نہیں کرتے جس کی وجہ سے بیماری دور نہیں ہوتی اور دوا کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ وہ دوا کا استعمال کرنے کے باوجود بیمار کے بیمار ہی رہتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دوا ان کے جسم کے لئے فائدہ مند نہیں ہے۔

دوسری قسم کے مریض

بعض مریضوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ اپنی جسمانی بیماریوں کو دور کرنے کے لئے دوا کا استعمال کرتے وقت سختی سے پرہیز کرتے ہیں اور جیسے ہی دوا کی مدت ختم ہوتی ہے دوا چھوڑ کر پھر بد پرہیزی شروع کر دیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے بیماری پوری طرح سے لوٹ کر آ جاتی ہے، یعنی جب تک دوا استعمال کر رہے تھے بیماری دب گئی تھی اور جیسے ہی دوا چھوڑ دی گئی تو بیماری لوٹ کر واپس آ گئی۔

ایسے ہی بعض روزہ دار وہ ہوتے ہیں جو رمضان سے پہلے نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ قرآن بلکہ شراب پیتے، زنا کرتے، ریس اور جو کھیلنے، گالیاں دیتے، رشوت لیتے، فلم دیکھتے، گانے سنتے ہیں مگر جیسے ہی روزہ نام کی روحانی دوا استعمال کرتے ہیں اپنی ساری بد پرہیزیوں کو چھوڑ کر مسجدوں کی پہلی صف میں نظر آتے ہیں، ہر وقت قرآن پاک کی تلاوت کرتے، شراب کو منہ نہ لگاتے، جو اور ریس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے، رشوت، سود، فلم، گانے بجانے سب کچھ چھوڑ کر متقی اور پرہیزگار لوگوں کی طرح ہاتھ میں تسبیح لئے پھرتے ہیں لیکن جیسے ہی رمضان ختم ہوا روزوں کی دوا ختم کی گئی تو وہ پھر اپنی ساری بد پرہیزیاں شروع کر دیتے ہیں۔

چاند رات کے ساتھ ہی مسجدوں کی صفوں سے غائب، شراب اور جو، فلم، گانے، رشوت سب کچھ شروع ہو جاتا ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب وہ رب چاہی زندگی کو پسند ہی نہیں کرتے بلکہ من چاہی زندگی کو پسند کرتے ہیں، پھر گیارہ مہینوں تک مسجدوں کا رخ نہیں کرتے، یا پھر جمعہ کو جمعہ کی نماز ادا کر لیتے ہیں، ایسے لوگ رمضان سے پہلے جیسے تھے پھر رمضان کے بعد ویسے ہی بن جاتے ہیں، گویا انکی بیماری پوری کی پوری لوٹ کر آ جاتی ہے۔

غور کیجئے کہ کیا روزوں کا یہی مقصد ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ صرف ہم کو رمضان ہی میں دیندار دیکھنا چاہتا ہے؟ کیا قرآن پاک صرف رمضان ہی میں تلاوت کرنے اور عمل کرنے کیلئے نازل کیا گیا؟ کیا مسلمان صرف رمضان ہی میں مسلمان کی طرح نظر آئے گا اور باقی

اسی طرح بہت سارے مسلمان روزہ رکھتے ہیں، ان کے نزدیک صرف بھوکا اور پیاسا رہنے کا نام ہی روزہ ہوتا ہے، وہ روزہ جیسی روحانی دوا استعمال کرنے کے باوجود پرہیز نہیں کرتے۔ مثلاً بعض روزہ دار حالت روزہ میں ٹی وی دیکھتے اور گانے سنتے رہتے ہیں، بعض روزہ دار حالت روزہ میں جھوٹ بول کر دھندا اور کاروبار کرتے ہیں، حالت روزہ میں سود کھاتے اور رشوت بھی لیتے ہیں۔ بعض روزہ دار حالت روزہ میں نماز پڑھتے ہوئے بھی دوسروں کی غیبت اور بُرائی کرتے رہتے ہیں، بعض روزہ دار عورتیں حالت روزہ میں بے حیائی کے ساتھ بے پردہ نیم برہنہ حالت میں بازاروں اور سڑکوں پر فاحشہ اور زانیہ عورتوں کی طرح پھرتی رہتی ہیں۔ بعض روزہ دار حالت روزہ میں ذرا ذرا سی بات پر چڑچڑاپن ظاہر کر کے ”بی پی“ کے بڑھنے کا احساس دلاتے ہوئے غصہ ناک پر رکھتے ہیں، اور بات بات پر گالیاں دیتے رہتے ہیں یا پھر ذرا ذرا سی بات پر لڑائی جھگڑے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ایسے تمام لوگ یہ ساری حرکات کرتے ہوئے اپنے آپ کو روزہ دار سمجھتے ہیں حالانکہ صرف ان کا پیٹ اور حلق ہی روزہ رہتا ہے مگر ان کی آنکھ ان کے کان اور ان کی زبان اور ان کے دل و دماغ پر روزہ کا کوئی اثر نظر نہیں آتا اور نہ وہ کسی قسم کی برائیوں سے پرہیز کرنا چاہتے ہیں، وہ روزہ سے پہلے جیسے ہوتے ہیں روزہ کی حالت میں بھی ویسے ہی رہتے ہیں، ان کو سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا، انکی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، غور کیجئے کہ کیا ایسے انسانوں کو روزے سے کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ ایسے انسان روزہ رکھ کر متقی کیسے بن سکتے ہیں؟ کیا انکی زندگی میں تقویٰ پیدا ہو سکتا ہے؟ نہیں بلکہ وہ بیمار کے بیمار ہی رہتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص برائی نہیں چھوڑتا اللہ تعالیٰ کو اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کچھ پروا نہیں۔ دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اکثر روزہ دار ایسے ہیں جنہیں روزہ رکھنے سے صرف بھوک اور پیاس ہی حاصل ہوتی ہے، اس کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے رات کی نماز پڑھنے والے ہیں جن کی نماز کا نتیجہ صرف کھڑا ہونا اور جاگنا ہے، یعنی سوائے مشقت کے اور کچھ حاصل نہیں۔

مہینوں میں غیر مسلموں کی طرح زندگی گزارے گی؟ کیا مسلمان صرف رمضان ہی میں اللہ کی اطاعت اور غلامی و بندگی کریں گے اور باقی مہینوں میں بغاوت کے ساتھ زندگی گزاریں گے؟ نہیں۔ اللہ کی حکمت روزوں کو فرض کر کے مسلمانوں میں تقویٰ پیدا کرنا ہے تاکہ انسان سال کے بارہ مہینے رب چاہی زندگی گزاریں اور من چاہی زندگی سے پرہیز کریں، غور کیجئے کہ ایسے لوگوں کی زندگی میں برسہا برس سے رمضان مسلسل آتا ہے مگر وہ روزوں سے فیض حاصل نہیں کرتے، بس بیمار کے بیمار ہی رہتے ہیں ان کی زندگی میں تقویٰ پیدا ہی نہیں ہوتا۔

تیسری قسم کے مریض

بہت سارے مریضوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ اپنی جسمانی بیماریوں کو دور کرنے کیلئے پورے شعور کے ساتھ دوا استعمال کرتے ہیں اور دوا کھانے کے دوران بھی سخت پرہیز کرتے ہیں اور دوا کے چھوڑ دینے کے باوجود اپنی پرہیز کو نہیں توڑتے، انکو یہ شعور ہوتا ہے کہ فلاں فلاں چیزوں کی بے احتیاطی اور بد پرہیزی سے یہ بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں، اسلئے وہ اپنے آپ کو صحت مند و تندرست بنانے کیلئے پوری پابندی اور شرائط کے ساتھ دوا کا استعمال کرتے ہیں اور پرہیز کی پابند ہو جاتے ہیں ڈاکٹر انہیں جن جن چیزوں سے پرہیز کرنے کیلئے کہتا ہے۔ وہ تمام پرہیز کو دوا چھوڑنے کے بعد بھی برقرار اور قائم رکھتے ہیں، اس لئے ان کی بیماریاں لوٹ کر نہیں آتیں اور وہ آہستہ آہستہ صحت مند و تندرست بن جاتے ہیں۔

بالکل اسی طرح بہت سارے لوگ روزہ جیسی دوا کو پورے شعور اور پوری شرائط کے ساتھ استعمال کرتے ہیں اور روزے کے دوران اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے ذریعہ جن چیزوں سے پرہیز بتلایا ہے ان سے سختی سے پرہیز کرتے ہیں اور دوا چھوڑ دینے کے بعد بھی وہ اپنی پرہیز کو برقرار رکھتے ہیں۔

ایسے لوگ صرف اپنے پیٹ اور حلق کو ہی بھوکا اور پیاسا نہیں رکھتے بلکہ وہ اپنی آنکھوں، کانوں، زبان اور دل و دماغ اور شرم گاہ کو بھی سختی کے ساتھ پرہیز کرواتے ہیں یہاں تک کہ جسم

کے رواں رواں پر روزہ جیسی دوا کا اثر ہوتا ہے اور پورا مہینہ وہ دوا کا استعمال کرتے ہوئے سختی سے جھوٹ، غیبت، لڑائی جھگڑے، حرام رزق اور نفسانی خواہش سے دور رہتے ہوئے روزے میں تقویٰ کی مشق مسلسل کرتے ہیں۔

رمضان کے بعد روزوں کی دوا ختم ہونے کے باوجود ان کی پرہیز نہیں ٹوٹی، وہ دوا چھوڑ کر بھی پرہیز نہیں چھوڑتے، جس کی وجہ سے ان کی بیماری لوٹ کر نہیں آتی اور وہ روحانی طور پر صحت مند بن جاتے ہیں۔

بزرگان دین کے پاس روزوں سے فیض حاصل ہونے یا روزوں سے روحانی شفا حاصل ہونے یا روزہ کے اللہ کے پاس مقبول ہونے کی علامت کو معلوم کرنے کیلئے یہ تصور ہے کہ ان کی زندگی کی روحانی حالت جو روزوں سے پہلے تھی، رمضان کے بعد اس حالت میں اضافہ ہوا یا نہیں؟ رمضان سے پہلے اللہ کی اطاعت جتنی کرتے تھے رمضان کے بعد اللہ کی اطاعت اور فرماں برداری کا جذبہ بڑھا کہ نہیں؟ مثلاً اگر رمضان سے پہلے ۳۰ فیصد تقویٰ تھا تو رمضان کے بعد کم از کم ۳۱ فیصد ہونا چاہیے۔ اگر اس جذبہ میں اضافہ ہوا اور اطاعت و فرمانبرداری زیادہ ہونے لگی تو وہ خیال کرتے ہیں کہ روزے اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں روزوں کے ذریعہ روحانی شفاء عطا فرمایا اور روزوں سے ان کو فیض ملا اس کے برعکس اگر کیفیت الٹی ہو جائے اور اللہ کی نافرمانی بڑھ جائے تو سمجھتے ہیں کہ روزوں سے فیض حاصل نہیں ہوا اور میں بیمار کا بیمار ہی رہا یہ اللہ والوں کا تصور ہوتا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ انسانوں کی روحانی بیماریوں کو دور کرنے کیلئے روزے کی دوا ہر سال پلاتا رہتا ہے مگر مختلف انسان اس کو اپنی اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اگر مسلمان اس روزے کی دوا کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے کے مطابق پورے شعور کے ساتھ اور پورے پرہیز کے ساتھ استعمال کریں گے تو ہر سال ان کی روحانی صحت میں اضافہ ہی ہوتا جائے گا اور انکی زندگی میں اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری بڑھتی ہی رہے گی۔

اسلئے مسلمانوں کو حالت روزہ میں متقی بننا ہو تو خاص طور پر اللہ کے حاضر و ناظر ہونے

کی اللہ کی خشیت کی حرام رزق، جھوٹ، غیبت اور فحش کلامی سے بچنے کی اور نفسانی خواہش سے دور رہتے ہوئے صبر کرنے کی مسلسل مشق کرنی ہوگی اور وہ ان چیزوں سے سختی کے ساتھ پرہیز نہ کریں گے تو اس میں دوا کا قصور نہیں، مریض کا ہی قصور ہے کہ اس نے جان بوجھ کر بد پرہیزی کی اور بیمار کا بیمار ہی رہا۔

غرض روزہ کا پہلا درجہ یہ ہے کہ آدمی فرض یا نفل روزہ کی نیت سے کھانے، پینے اور جماع سے دن بھر رکا رہے اور یہ ادنیٰ درجہ کا روزہ ہے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ کھانے، پینے اور جماع سے رکنے کے علاوہ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پیرو اور تمام اعضاء کو ہر قسم کے گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے بچائے یہ دوسرا درجہ کا روزہ ہے، اور پہلے درجہ سے ہزار گنا زیادہ فضیلت والا ہے یہ صالح اور نیک مؤمنین کا روزہ ہے اور بارگاہِ قدس میں ایسے روزہ کے قبول ہونے کی قوی اُمید ہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ کھانے، پینے، جماع سے رکنے اور تمام اعضاء کو گناہوں سے روکنے کے علاوہ دل کو بھی دنیوی خیالوں اور فکروں سے روک کر اللہ کی یاد اور محبت میں ڈوبا ہوا رکھے اس طرح کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خیال ہی دل میں نہ آئے۔ یہ روزہ کا سب سے اعلیٰ کامل، مکمل درجہ ہے اور یہ انبیاء علیہم السلام کا روزہ ہے

جنگلی جانوروں پر محنت کی جائے تو وہ تربیت پاتے ہیں

دنیا میں جب کسی درندہ اور جنگلی جانور کو انسان تربیت دیتا ہے تو وہ اپنی بہت ساری عادتیں چھوڑ کر انسانی تربیت پر عملی مظاہرہ کرتے ہیں مثلاً شیر، بندر، گھوڑا، بکری، طوطا، کتا، بلی وغیرہ، مگر افسوس کہ بعض انسانوں کو تیس دنوں تک مسلسل تقویٰ اور پرہیزگاری کی مشق کرانے کے باوجود بھی وہ تقویٰ پر نہیں آتے اور اپنی بے عملی سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ جانور سے بھی گئے گزرے ہیں۔

مٹی کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ جب وہ کسی پھول کی صحبت پاتی ہے تو اپنی خاصیت بھول کر پھول کا اثر قبول کرتی اور پھول کی خوشبو مٹی میں آجاتی ہے مگر افسوس ہے ان

مسلمانوں پر جو رمضان کی صحبت پانے کے باوجود رمضان کا اثر قبول نہیں کرتے اور رمضان سے پہلے جیسے ہوتے ہیں رمضان کے بعد پھر ویسے ہی ہو جاتے ہیں۔ رمضان میں ایسے لوگوں کی عبادات، تلاوت، ذکر و اذکار اور خیر خیرات کو دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بس مسلسل نماز، تلاوت، ذکر اور خیر خیرات والے ہیں مگر رمضان کے فوراً بعد ان کی تلاوت ان کی نماز ان کا ذکر ان کی خیر خیرات سب کچھ غائب ہو جاتی ہے اور مساجد میں جتنے مصلیٰ رمضان سے پہلے ہوتے ہیں رمضان کے بعد بھی اتنے ہی نظر آتے ہیں، شاید ایک دو کا اضافہ ہوتا ہو، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ رمضان کی تمیز دنوں کی مشق و تربیت سے انہوں نے کچھ بھی حاصل نہیں کیا اور نہ رمضان کا کوئی اثر قبول کیا۔ حضور ﷺ نے ایسے افراد پر لعنت فرمائی ہے۔ جنہوں نے رمضان کا مہینہ پایا ہو لیکن اس کی برکات سے محروم رہے، ایسے لوگوں کے لئے حضرت جبرئیلؑ نے بھی بدعا فرمائی ہے اور حضورؐ نے جبرئیلؑ کی اس بدعا پر آمین کہی ہے۔

عجیب بات ہے کہ جو چیز حلال ہے مثلاً غذا، پانی اور بیوی سے صحبت، اس کو تو ایسے لوگ رمضان کے دنوں میں محض اللہ کے حکم کی خاطر اپنے اوپر حرام کر لینے میں کوئی دشواری محسوس نہیں کرتے اور غذا، پانی سے سخت گرما کے باوجود اپنے آپ کو دور رکھتے ہیں مگر جو چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ، ہمیشہ کیلئے حرام ہیں مثلاً رشوت، غیبت، مال حرام، ناچ، گانا، بجانا بے پردہ پھرنا، اس کو یہ لوگ رمضان میں بھی نہیں چھوڑتے اور رمضان کے بعد بھی نہیں چھوڑتے، حلال چیزوں کو تو کچھ وقت کے لئے حرام کر لیتے ہیں مگر حرام کو حرام نہیں سمجھتے، ایسے لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ وہ بہتر ہیں یا کتا، بلی، بندر جیسے جانور بہتر ہیں؟ جن کو تھوڑی سی مشق اور تربیت دینے کے بعد وہی کرتے ہیں جو ان کا مالک حکم دیتا ہے۔ اسلام اسی عمل کو اچھا کہتا ہے جو تھوڑا ہو مگر دائمی ہو، لیکن جو کام بہت جوش و خروش کے ساتھ کیا جاتا ہے اور پھر فوراً چھوڑ دیا جاتا ہے، وہ اسلام میں پسندیدہ نہیں حدیث میں ارشاد ہے کوئی عمل تھوڑا کیوں نہ ہو، مگر دائمی رہے، اسلام استقامت کی تعلیم دیتا ہے، استقامت یہ نہیں کہ رمضان میں تو خوب جوش کے ساتھ نماز پڑھیں، قرآن سننے اور رمضان کے گزرنے کیساتھ ہی سب کچھ چھوڑ دیں، استقامت یہ

ہے کہ آدمی اس عمل کو ہمیشہ ہمیشہ کرنے ایک ایسا موسم اور مہینہ جس میں سرکش شیطان بند کر دیئے جاتے ہیں جس میں ہر طرف نماز ہی نماز، تلاوت ہی تلاوت، کا ماحول اور تقویٰ کی فضا اور مشق ہوتی ہے، اس موسم سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا تو پھر کس موسم اور مہینے میں تقویٰ کی ہم مشق کریں گے اور کب فائدہ اٹھائیں گے؟۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت عمرؓ کو خبر ملی تو ان پر اس کا بہت بڑا اثر ہوا، ہوش و حواس کھو بیٹھے اور دیوانگی کے عالم میں کہتے پھر رہے تھے کہ جو یہ کہے گا کہ محمدؐ کا انتقال ہو گیا تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مسجد نبویؐ میں کھڑے ہو کر ایک نہایت بلند اور اہم خطبہ دیا جس سے مسلمانوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پہلے قرآن کی آیت تلاوت فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے ”محمد صرف رسول ہیں، اس سے پہلے بھی رسول آئے اور دنیا سے روپوش ہو گئے۔ تو کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو تم لٹے پاؤں اپنے دین سے پھر جاؤ گے؟ یاد رکھو کہ جو اپنے دین سے پھرے گا تو وہ اللہ کو ذرہ برابر بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا اور جو اپنے دین پر قائم رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجلائے گا تو بیشک اللہ اس کو جزاء خیر دے گا“۔ (آل عمران: ۲۴) پھر انہوں نے فرمایا کہ جان لو کہ جو لوگ محمدؐ کی پوجا کرتے تھے تو وہ انتقال کر گئے اور جو لوگ اللہ کی پوجا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔

اسی طرح رمضان کے فوراً بعد اسلام کے بھولنے والوں کے لئے یہ بات فٹ ہوتی ہے کہ جو لوگ رمضان کی پوجا اور پرستش کرتے تھے تو وہ سن لیں کہ رمضان چلا گیا لیکن جو لوگ خدا کی فرمانبرداری میں بری چیزوں سے باز آئے تھے وہ یاد رکھیں کہ خدا موجود ہے اور اس کی فرمانبرداری اب بھی کرنی ہے۔ افسوس ایک چوراہی چوری پر استقامت رکھ سکتا ہے مگر ایک انسان اپنی نیکی پر استقامت کیوں نہیں رکھتا؟

زکوٰۃ کی اہمیت و ضرورت

وَوَيْلٌ لِلْمُصْرِفِينَ ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ (حم سجدہ:) تباہی ہے ان مشرکین کے لئے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت سے منکر ہیں۔

مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اپنے مال کی زکوٰۃ رمضان میں نکالنے کی عادی ہے اس لئے ضروری ہے کہ کچھ مال و دولت کی حقیقت کے بارے میں بھی جان، لیس مال و دولت انسانی زندگی میں بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے، اسلام نے مال و دولت کو فتنہ بتلایا ہے یعنی آزمائش کی چیز، اللہ تعالیٰ دنیا کو امتحان و آزمائش کی جگہ بنایا ہے اور اپنی تمام نعمتیں انسانوں کو آزمائش کے لیے دیتا ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے انتہا مال و دولت عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے غریب رکھتا ہے ایسا بالکل نہیں کہ جس کے پاس مال و دولت ہو وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ ہے اور جو غریب ہو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کسی کو دولت دے کر آزما تا ہے اور کسی کو غریب رکھ کر امتحان لیتا ہے دونوں انسان امتحان میں ہوتے ہیں اس لئے مال و دولت کا ملنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے اس کا حساب لیا جائے گا، اس کا صحیح اور اللہ کی مرضیات پر استعمال کیا جائے تو انسان کو اللہ کی رضا اور خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور اگر انسان اللہ تعالیٰ کی مرضیات کے خلاف استعمال کرے تو اللہ کے غضب اور عذاب کا مستحق بنتا ہے، غرض مال و دولت اللہ تعالیٰ کی عطا و دین ہے جب اللہ لینا چاہے منٹوں اور سکندوں میں دولت کا ٹوکرا دوسرے کے سر پر رکھ دیتا ہے اور مالدار منٹوں میں فقیر ہو جاتا ہے مال و دولت جہاں انسانی زندگی اور معیشت کی سدھار کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے وہیں انسانوں کے اخلاق و عادات کو بنانے اور بگاڑنے میں بھی بہت بڑا رول ادا کرتا ہے۔

فقروفاقہ انسان کو کفر تک پہنچا دیتے ہیں

جب انسان کے پاس ایمان نہیں ہوتا یا کمزور ایمان ہوتا ہے تو ایسے لوگوں کے پاس مال کا نہ ہونا یا ان کی غربت ان کو اعمالِ رذیلہ اور اخلاقِ رذیلہ میں مبتلا کر دیتی ہے اور وہ رشوت، چوری، ڈکیتی، لوٹ مار، قتل و غارتگری، زنا، ناجائز طریقوں سے لوگوں کا مال کھانے پر لگا دیتی ہے اور معاشرے میں گندے اور ناپاک اعمال کا چلن عام ہو جاتا ہے غربت کی وجہ سے بعض انسان ایمان کا بھی سودا کر لیتے ہیں، اور فقر وفاقہ اور غربت انسان کو کفر کے قریب قریب پہنچا دیتے ہیں۔

مال و دولت کی زیادتی انسان کو اسلام، اعمالِ صالحہ سے دور

کر دیتی ہے

اسی طرح مال و دولت کی زیادتی کی وجہ سے بھی اخلاقِ رذیلہ پیدا ہوتے ہیں اور انسان برائیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے چنانچہ عام طور پر دیکھا گیا کہ مال و دولت کی زیادتی کی وجہ سے ناچ گانہ بجانا جابلانہ رسم و رواج، عیاشی، فضول خرچی، زنا، غرور، تکبر، ظلم و زیادتی لالچ، حرص، انسانوں کو ذلیل کرنا ان کو غلام سمجھنا، شراب نوشی، جیسے اخلاقِ رذیلہ عام ہو جاتے ہیں۔

زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان مال کا بندہ نہیں اللہ کا بندہ بنا رہتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اسلامی تعلیمات کے ذریعہ صدقات و خیرات اور زکوٰۃ کے ذریعہ مال و دولت سے پیدا ہونے والی اخلاقی برائیوں اور خرابیوں کی روک تھام کا انتظام کیا ہے، جس سے غریب انسانوں کی مدد بھی ہوتی ہے ان کی ضرورتیں بھی پوری ہوتی ہیں، اور انسان مال کا

بندہ بننے سے بچ جاتا ہے اور حرص، لالچ، خود غرضی سے دور رہتا ہے اور معاشرے میں سود خوری کے بجائے ایثار و قربانی کا مزاج پیدا ہوتا ہے، احادیث میں ہے کہ صدقہ و خیرات سے بلائیں اور آفات دور ہوتی ہیں، گناہ معاف ہوتے دوزخ سے نجات ملتی اللہ کا غضب کم ہوتا ہے، حضور نے عورتوں کی دوزخ میں زیادتی دیکھی تو صدقہ و خیرات کرنے کی تعلیم دی، مصیبت کے وقت خاص طور سے صدقہ و خیرات کرنے کی تعلیم دی گئی۔

مال و دولت کی مثال انسانی جسم کے خون کی طرح ہے

مال و دولت کی حیثیت انسانی معیشت میں وہی ہے جو خون کی انسانی جسم میں ہے، جس طرح خون کی گردش میں فرق آجائے تو انسانی بدن خطرے میں پڑ جاتا ہے اسی طرح مال کی گردش معاشرے میں صحیح نہ ہو، اللہ کی مرضی کے مطابق نہ ہو تو انسان اخلاقِ رذیلہ اور اعمالِ رذیلہ کا شکار ہو جاتا ہے اور معاشرے میں فساد خرابیاں شروع ہو جاتی ہیں، جس طرح انسانی جسم میں کہیں کسی جگہ پر خون جم کر سڑ جاتا ہے، پھوڑے پھنسی کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور پیپ بن کر بہتا ہے، سڑ کر خرابی پیدا کر دیتا ہے اسی طرح دولت اگر اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق استعمال نہ ہو اور ضرورت سے زیادہ جمع ہو جائے تو انسان اعمالِ رذیلہ کا آہستہ آہستہ شکار ہونا شروع ہو جاتا ہے اور خدا سے بڑھ کر مال سے محبت کرتا مال کے لئے ہی جیتا اور مال ہی کو حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے احکام توڑتا ہے، اس میں خدا کا ڈر خوف پوری طرح نکل جاتا ہے، اسلام نے ایک طرف زکوٰۃ اور خیرات کے ذریعہ اعمالِ رذیلہ اور اخلاقی برائیوں کو دور کرنے کا علاج بتلایا اور اپنے بھائیوں سے ہمدردی و محبت اور ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کر لیا غرض بخل سے بچایا، دوسری طرف زکوٰۃ و خیرات سے برکت ہونے کی تعلیم دی، آسمانی برکتوں کے دروازے کھولنے کی بشارت دی، بخل سے رحمتوں و برکتوں کے دروازے بند ہونے کی تعلیم دی۔

زکوٰۃ و خیرات سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے

جس طرح ایک کسان اپنے کھیت میں تھیلہ دھان میں سے کچھ دھان زمین میں ڈالتا اور پھینکتا ہے جس سے اس کی دھان میں کچھ کمی ہوتی بظاہر نظر آتی ہے مگر اس کو یہ معلوم رہتا ہے کہ یہ تھوڑی سے دھان کم ہونے سے اس کو نقصان نہیں فائدہ ہی فائدہ ہے اور یہ دس بارہ موٹھی دھان دس گھنٹی اناج کی شکل اختیار ہو کر واپس ہوگا، بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کیا ہے کہ وہ ایک نیکی کا بدلہ دس نیکیوں سے سات سو گنا تک بڑھا کر دے گا، جس طرح دنیا کی زندگی میں وہ دس بارہ موٹھی دھان کو کئی گھنٹی اناج کی شکل میں واپس کرتا ہے خیر خیرات اور زکوٰۃ کی وجہ سے مال بڑھتا ہے اور سود کی وجہ سے مال گھٹتا ہے۔

خیر خیرات زکوٰۃ کے ذریعہ انسان مال آخرت کے بینک

میں جمع کرتا ہے

عام اور ایمان سے محروم انسانوں کی نظر دنیا کی اس زندگی تک ہی محدود رہتی ہے، مگر مؤمن کی نظر دنیا کی اس زندگی پر ہی نہیں بلکہ آخرت تک ہوتی ہے، وہ دنیا میں رہ کر آخرت کا سودا کرتا اور آخرت میں اپنا مال جمع کرتا ہے اور اس دنیا کے ذریعہ آخرت کو خریدتا ہے، غیر مسلم ایمان کی محرومی سے جو کچھ کرتا ہے صرف دنیا ہی کے لیے کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیر خیرات اور زکوٰۃ و صدقات کے ذریعہ اپنے مال کو آخرت کے بینک میں منتقل کرنے کے قابل بنایا، چنانچہ دنیا کی یہ زکوٰۃ اور خیر خیرات و صدقات مؤمن کو اس وقت کام آئے گی جب وہ حشر کے میدان میں خالی ہاتھ دنیا سے جائے گا، اس لئے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنی اس دنیا کی زندگی کی محنت اور کمائی کو اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر استعمال کر کے دین کی مدد کر کے اللہ کے راستے میں خرچہ کر کے آخرت کے بینک میں منتقل کرتے ہیں، حدیثوں میں یہ تعلیم دی گئی جس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان جو کچھ مال دولت کھاتا ہے وہ دنیا

ہی کی حد تک رہتا ہے اور جو جمع کرتا ہے وہ وارثوں کے لئے جمع کرتا ہے اور جو کچھ آگے اللہ کی راہ میں خرچہ کرتا ہے وہی اس کی اصل پونجی اور مال ہے جو اس نے جمع کیا اور آخرت میں محفوظ کیا۔

زکوٰۃ و خیرات سب سے پہلے اللہ کے دربار میں پیش ہوتا ہے زکوٰۃ و صدقات جب کسی غریب کو دیا جاتا ہے تو وہ دراصل اس کو نہیں دیا جاتا بلکہ یہ مالی قربانی کا حقیر نذرانہ جو بندہ کی طرف سے شبائے کائنات کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے اسی لیے بی بی عائشہ ہمیشہ خیر خیرات کی رقم کو عطر لگا کر خیرات کرتی تھیں، غریبوں اور مسکینوں کے پاس جانے سے پہلے انسان کا یہ جذبہ قربانی خدا کے ہاتھ میں جاتا ہے پھر غریب کے پاس جاتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب بندہ اللہ کے راستے میں خرچہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی رضا سے قبول کرتا اور پھر اس کی پرورش کرتا ہے، قیامت کے دن وہ صدقہ جو رائی کے برابر ہوتا ہے پہاڑ بنا کر بندے کو اللہ تعالیٰ واپس کرتے ہیں، جو لوگ خیر خیرات اور زکوٰۃ و صدقات نہیں دینگے وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بے پناہ رحمتوں اور عنایتوں سے محروم رہیں گے۔

خواہشات نفسانی سے انسان اپنا تعلق ورشتہ اللہ تعالیٰ سے

کمزور کر لیتا ہے

انسان رشتوں کے ذریعہ ماں باپ بھائی بہن دوست احباب سے تعلقات رکھتا ہے، یہ تعلقات کبھی ٹوٹتے اور کمزور بھی پڑ جاتے ہیں، مگر مؤمن کا رشتہ اللہ کے ساتھ ایسا ہے کہ وہ دنیا سے لے کر جنت تک چلتا رہتا ہے، اس رشتے کو کمزور کرنے اور تعلق کو دور کرنے کے لیے نفسانی خواہشات حائل ہوتی ہیں اور ان خواہشات کو بڑھانے والی چیز مال ہے، زکوٰۃ صدقات خیر خیرات سے اللہ تعالیٰ انسان میں مال کی محبت کو کم کرتا اور اعتدال میں رکھتا ہے، مال کی مثال کشتی کی سی ہے جب تک وہ پانی سے باہر رہے یعنی پانی پر تیرتی رہے ٹھیک سفر کرتی ہے جب پانی کشتی میں آجائے تو ڈوبنے لگتی ہے، اسی طرح مال و دولت کی محبت جیب میں

رہے اللہ کی خاطر رہے دل میں نہ آئے جب دولت کی محبت دل میں آجاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا ڈر خوف ختم کر کے اللہ کے احکام کی نافرمانی کرواتی ہے۔

خیرات، زکوٰۃ کے ذریعہ دولت مند

غریبوں پر احسان نہیں کر رہے ہیں

صدقہ و خیر خیرات اور زکوٰۃ دینے سے غریبوں اور مسکینوں پر کوئی احسان نہیں کیا جا رہا ہے، دولت مند انسانوں کو یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ وہ غریب لوگوں پر احسان کر رہے ہیں بلکہ خود غریب اور مسکین لوگوں کا مالداروں پر احسان ہے کہ ان کا مال غریب لوگوں کے ذریعہ خدائی بینک میں اور آخرت میں جمع ہو رہا ہے جس طرح کوئی انسان دنیا کے کاروبار میں کسی انسان کے ذریعہ اپنی رقم اپنے کھاتے میں جمع کرواتا ہے تو یہ اس جمع کرنے والے آدمی پر احسان نہیں بلکہ اس پہونچانے والے انسان کا احسان ہے کہ اس نے رقم جمع کرانے کا ذریعہ اور واسطہ بنا۔ بالکل اسی طرح غریب اور مسکین کو بھی صدقہ و زکوٰۃ دینا احسان نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور کرم سے ایک طرف غریبوں اور مسکینوں کی ضرورت کا انتظام کر رہا ہے تو دوسری طرف مالداروں کو آخرت میں رحمتیں و برکتیں لوٹنے اور جنت میں درجات حاصل کرنے کے قابل بنا رہا ہے، اور آخرت میں دولت مندوں کی دولت کو محفوظ کرنے کا انتظام کیا ہے۔

زکوٰۃ و خیرات کو اسلام قرض حسنہ کیوں کہا ہے؟

الغرض زکوٰۃ ٹیکس نہیں اعلیٰ ترین عبادت ہے اور آخرت کی پونجی ہے، بارگاہ الہی میں انسان کو نذرانہ پیش کرنے کا موقع ہے، اس کے باوجود زکوٰۃ، صدقات و خیرات کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قرض حسنہ فرمایا، کون ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے جو اس کو کئی گنا بڑھا کر

واپس کر دے گا، یہاں صدقات و خیرات اور زکوٰۃ کو قرض حسن سے اس لئے تعبیر کیا گیا جس طرح قرض واجب ادا ہوتا ہے اسی طرح صدقات خیر خیرات اور زکوٰۃ دینے والوں کو مطمئن رہنا چاہئے کہ ان کا یہ صدقہ اور خیر خیرات اور زکوٰۃ ہزاروں رحمتوں برکتوں اور انعامات اور درجات کے ساتھ انہیں واپس کر دیا جائے گا، اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا کو کوئی محتاجی ہے بلکہ وہ اپنی رحمت اور نعمت کو دولت مندوں کے جذبہ قربانی اور جذبہ الہی اور محبت الہی کے ایثار پر لوٹانا چاہتا ہے، غریب انسان دولت مند سے وصول نہیں کر رہا ہے بلکہ ان کا مالک ان کو دے رہا ہے جو سب کا پالنے والا ہے۔

گمراہ انسان مال کی پرستش کرتے ہیں

اور دولت کا خدا علیحدہ مانتے ہیں

دنیا کی زندگی میں اکثر انسان خدا سے بڑھ کر مال و دولت سے بے انتہا محبت کرتے ہیں اور اس کو خدا کا درجہ دے کر اس کی پوجا اور پرستش کرتے ہیں، چنانچہ غیر مسلم مال و دولت کی دیوی علیحدہ مانتے اور اس کو خوش کرنے کے لئے اس کی پوجا اور پرستش بھی کرتے ہیں، ایسے لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ کسی زمانے تک دنیا میں روپے پیسے کا چلن نہیں تھا لوگ ایک چیز دے کر اپنی دوسری ضرورت کی چیز لے لیتے، کہیں چاول گیہوں کے بدلے لکڑی، تیل، کپڑا، پھل پھلاری لیے جاتے تھے، کہیں محنت مزدوری کے بعد غلہ اور اناج ترکاریاں لے لی جاتی تھیں، غرض ایک چیز کے بدلے دوسری ضرورت کی چیز لے لی جاتی تھی، اس زمانے میں دولت کا چلن نہیں تھا، اور نہ دولت روپے پیسوں کی شکل میں جمع کی جاتی تھی اور نہ بینک بیلنس جمع کیا جاتا تھا، پھر آخر اس زمانے میں دولت کی دیوی کہاں تھی، اس زمانے کے لوگ کس کو دولت کی دیوی مانتے تھے؟ دولت کوئی دیوی دیتا نہیں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مال کے بدلے ملتی ہے یا نہیں ملتی، انسان کے دیوانے پن کا یہ عالم ہے کہ اُسے حاصل کرنے کے لئے رشتے ناطے توڑتا ہے قتل و خون غارت گیری کرتا ہے اور زمین میں

فساد برپا کرتا ہے۔

اسلام انسانوں کو مال و دولت اللہ تعالیٰ کی عطا و دین ہونے کی تعلیم دی اور اُسے خدا کا درجہ دینے اور اس کی پرستش کرنے سے منع کیا، اور انسانوں کو مال کا بندہ بن کر مال کی محبت میں جینے سے منع کیا، اور بتلایا کہ یہ خدا کی امانت ہے اس کا حساب دینا پڑے گا، اس کو خدا کی مرضی اور احکام کے مطابق استعمال کرنا ہوگا۔

انسان کو روپیے پیسے کا بندہ بن کر نہیں جینا ہے اور نہ دولت کی پوجا کرنا ہے جو لوگ ایسا کریں گے وہ اُسی دولت کے ذریعہ جہنم میں آگ کی سزا پائیں گے، وہ دولت ان کے لیے آگ بن کر عذاب بن جائے گی، دنیا کے اس امتحان گاہ میں دولت امتحان کی چیز ہے بے شعور اور بے وقوف نادان انسان دولت کے ملنے کے بعد خدا سے دور، دین سے دور، تقویٰ سے دور ہو جاتے ہیں، حشر کے میدان میں پانچ سوالات کے جوابات دیئے بغیر انسان بٹ نہیں سکتا، ان میں سے ایک یہ ہوگا کہ دولت کہاں سے کمائے اور کہاں خرچہ کئے۔

زکوٰۃ کو ٹیکس سمجھنے والوں کی تباہی و بربادی کو بھی ذہن میں رکھئے

ثعلبہ کا زکوٰۃ نہ دینے سے انکار کا واقعہ

ثعلبہ مال کی محبت میں گرفتار ہو کر تباہ ہو گیا، ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضور ﷺ سے دعا کی درخواست کی کہ وہ مالدار ہو جائے حضور نے پہلے منع فرمایا اور اُسی حال میں زندگی گزارنے کو بہتری فرمایا مگر بار بار اسرار پر آپ نے دعا فرمادی، اس نے یہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مال عطا کرے تو وہ حقداروں کا حق دے گا۔

پھر ابو امامہ کہتے ہیں کہ آہستہ آہستہ ثعلبہ کی تجارت میں اضافہ ہونے لگا اب اس کو پانچ وقت کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرنا مشکل ہوتا جا رہا تھا پھر وہ مدینہ سے دور آبادی سے الگ جگہ جا کر آباد ہو گیا اب اس کو جمعہ کے دن بھی مسجد نبوی آنے کے لئے وقت نہیں ملتا تھا، جیسے جیسے اس کی تجارت بڑھتی گئی مسجد نبوی میں نماز کی ادائیگی سے محروم اور حضور کی صحبت سے

دور ہی دور ہوتا چلا گیا، اور سال میں ایک دو بار عیدین کو آنے لگا، ایک روز حضور نے مال سے صدقات و زکوٰۃ لینے کا جب حکم آیا تو دو حضرات کو زکوٰۃ اصول کرنے ثعلبہ کے پاس بھیجا جب دونوں نے ثعلبہ کو حضور کا حکم سنایا تو ثعلبہ نے کہا کہ یہ تو جذبہ ہی کی ایک قسم ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ زکوٰۃ کیا ہے، میں غور کرونگا، تم فارغ ہو کر میرے پاس آنا اُس نے دونوں صحابیوں کو زکوٰۃ نہ دے کر ٹال دیا، وہ لوگ دوسرے صحابی کے پاس گئے انہوں نے زکوٰۃ نکالنے کا مطالبہ اُن سے بھی کیا، وہ صحابی ان دونوں کا استقبال کئے اور کہا کہ جتنی زکوٰۃ نکلتی ہے آپ نکالیں، وہ دونوں صحابی حساب ڈال کر ایک چھڑا اونٹ کا نکالے تو یہ صحابی نے کہا کہ چھڑا لے کر کیا کرو گے، نہ دودھ دے سکتا نہ سواری کے کام آسکتا، اس لئے ایک طاقتور اور تندرست اونٹ لے لیجئے، وہ دونوں صحابہ نے کہا کہ ہم حضور سے پوچھے بغیر نہیں لے سکتے پھر وہ آ کر حضور کو سارا واقعہ سنائے تو حضور نے ان صحابی سے کہا کہ تمہارے حصے میں ایک چھڑا ہی زکوٰۃ میں نکلتا ہے اگر تم زیادہ دینا چاہو تو ہم قبول کرتے ہیں پھر آپ نے ان کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔

پھر دوبارہ وہ صحابہ ثعلبہ کے پاس گئے زکوٰۃ کچھ نہیں جذبہ ہی کی ایک قسم ہے اس وقت تم لوگ جاؤ میں غور کروں گا، حضور کو ثعلبہ کی یہ تمام حرکات سنادی گئی، پھر اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے دلوں میں نفاق کا اعلان کیا اور لینے سے منع کر دیا تو لوگ دوڑتے ہوئے ثعلبہ کے پاس گئے اور اطلاع دی کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے متعلق یہ آیات نازل فرمائی اور تیری زکوٰۃ لینے سے منع کر دیا، اور کہا اب تیری خرابی اور بربادی ہے، جیسے ہی ثعلبہ یہ سنا فوراً اپنی زکوٰۃ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا حضور سے عرض کیا کہ میری زکوٰۃ لے لیجئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تیری زکوٰۃ لینے سے مجھے منع کر دیا ہے، ثعلبہ یہ سن کر مایوس ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ثعلبہ یہ سب تیرا ہی کیا ہوا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور اُن سے گزارش کی کہ وہ زکوٰۃ لے لیں مگر حضرت ابو بکرؓ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ جب حضور نے نہیں

لی تو میں کیسے لے سکتا ہوں پھر وہ حضرت عمر کے دور میں آیا، حضرت عمر نے بھی اس کی زکوٰۃ لینے سے انکار کیا، آخر میں خلافت عثمانی میں وہ مر گیا، ثعلبہ کا یہ واقعہ بتلاتا ہے کہ وہ مال کی محبت میں برباد ہو گیا، ذرا غور کیجئے کہ وہ محمد رسول اللہ کا کلمہ پڑھتے ہوئے قرآن مجید کو اللہ کی کتاب مانتے ہوئے صرف وحی الہی کے ایک حکم زکوٰۃ سے انکار کرنے پر مردود کر دیا گیا، اس نے نہ رسالت کا انکار کیا اور نہ اسلام کا انکار کیا۔

زکوٰۃ سے انکار پر قارون کی بھی تباہی و بربادی

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ دار تھا، اللہ تعالیٰ نے اُسے دنیوی علوم میں کافی ترقی دی تھی، وہ حضرت موسیٰ سے جلن اور حسد رکھتا تھا، حضرت موسیٰ جب اس سے فرمائے کہ اللہ عزوجل نے مجھ کو تم سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا ہے تو وہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور لوگوں سے کہا کہ موسیٰ زکوٰۃ کے نام پر تمہارے مال کو کھانا چاہتا ہے، اس نے جب نماز کا حکم دیا تو تم لوگوں نے برداشت کیا دوسرے احکام دیئے تو برداشت کیے اب وہ تم کو زکوٰۃ کا حکم دے رہا ہے اس کو بھی برداشت کرو، اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم سے یہ حکم برداشت نہیں ہوگا، تم کوئی ترکیب بتلاؤ، اس نے ایک فاحشہ عورت کو اس بات پر راضی کیا کہ وہ موسیٰ پر زنا کی تہمت لگائے کہ وہ مجھ سے زنا کرنا چاہتے ہیں (نعوذ باللہ) پھر قارون حضرت موسیٰ کے پاس گیا اور کہا کہ تمام بنی اسرائیل کو جمع کر کے اللہ کے وہ تمام احکامات آپ لوگوں کو سنائیں موسیٰ اس پر راضی ہو گئے تمام لوگوں کو جمع کیا گیا اس فاحشہ عورت کو لالچ دے کر مجمع میں لایا گیا جب موسیٰ نے کہا اللہ کے احکام یہ ہیں کہ سوائے اس کے کسی کی عبادت نہ کی جائے اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جائے، ایک دوسرے کے ساتھ صلہ رحمی کرو اور دوسرے احکام بھی بیان کیے، جس میں یہ بھی بیان فرمایا کہ اگر کوئی بیوی والا زنا کرے تو اس کو سنگسار کیا جائے تو اس پر قارون اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ اگر آپ خود زنا کریں تو حضرت

موسیٰ نے فرمایا اگر میں زنا کروں تو مجھے بھی سنگسار کیا جائے تو قارون اور اس کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ نے بھی زنا کیا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے تعجب سے فرمایا میں نے زنا کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہاں آپ نے زنا کیا ہے پھر فاحشہ عورت کو بلایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتی ہے حضرت موسیٰ نے بھی اس عورت کو قسم دے کر فرمایا کہ تو کیا کہتی ہے اس فاحشہ عورت نے کہا کہ جب آپ قسم دیتے ہیں تو بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے مجھے انعام کا وعدہ دے کر یہاں لائے، کہ میں آپ پر تہمت لگاؤں، آپ اس الزام سے پاک ہیں، یہ سن کر حضرت موسیٰ روتے ہوئے سجدے میں گر گئے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سجدے ہی میں وحی آئی رونے کی کیا بات ہے تمہیں ان لوگوں کو سزا دینے کے لیے ہم نے زمین پر تسلط دیا ہے حضرت موسیٰ سجدے سے سر اٹھائے اور زمین کو حکم دیا ان لوگوں کو نکل جا زمین پہلے اڑیوں تک ان کو پکڑ لی وہ سب عاجزی کر کے موسیٰ کو پکارنے لگے حضرت موسیٰ نے پھر حکم دیا کہ ان کو دھنسا دے حتیٰ کہ وہ اور قارون گردن تک دھنس گئے، پھر موسیٰ کو پکارتے رہے، اور زمین میں دھنس گئے، اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ وہ تمہیں پکارتے رہے اور تم سے عاجزی کرتے رہے میری عزت کی قسم اگر وہ مجھے پکارتے اور مجھ سے دعا کرے تو میں ان کی دعا قبول کرتا۔

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کے خلاف تلوار کا استعمال کرنے کا اعلان کیا تھا زکوٰۃ جب ادا نہیں کی جاتی تو حدیثوں میں ہے کہ بارش روک دی جاتی ہے اسی طرح ارشاد ہے کہ اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ کرو اور بیماریوں کا صدقہ سے علاج کرو، (ابوداؤد) جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا قیامت میں اس کا مال گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا اور اس کی گردن میں لیٹ کر اس کے گلے کا طوق بن جائے گا، (ابن ماجہ) اس کے مال کی ٹینکہ بنا کر آگ کی شکل میں اس کے جسم کو داغا جائے گا۔

اسلام کے بنیادی پانچ چیزوں پر ہے ایمان، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج، زکوٰۃ بھی اسلام کا اہم ترین رکن ہے اس کے ادا نہ کرنے پر وبال ہے، قرآن کریم میں جو لوگ سونا

چاندی جمع کرتے اور اس کی زکوٰۃ نہیں دیتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادی گئی، اسی سونا چاندی کو آگ پر تپا کر ان کے چہروں ان کے پشتوں کو داغا جائے گا، پچھلے امتوں میں جو مال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نذرانہ کے طور پر پیش کیا جاتا تھا اس کا استعمال کرنا کسی کے لیے بھی جائز نہیں تھا بلکہ وہ سوختی قربانی کہلاتی تھی اُسے قربان گاہ میں رکھا جاتا تھا، آسمان سے آگ آ کر اسے راکھ کر جاتی تو یہ قربانی کے قبول ہونے کی علامت تھی، اگر وہ چیز اُسی طرح پڑی رہتی تو اس کے مردود ہونے کی نشانی تھی، اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے امت محمدیہ کے لیے یہ شکل نہیں رکھی اور زکوٰۃ صدقات و خیرات کو مسکینوں غریبوں یتیموں مقروضوں کو استعمال کرنا حلال رکھا۔

زکوٰۃ خیر خیرات و صدقات کو اللہ کے راستے میں دینے کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باپ اپنے بچے کو مٹھائی لا کر دیتا ہے اور پھر بچے سے خود مٹھائی مانگتا ہے بچہ چھٹکی برابر مٹھائی باپ کے ہاتھ میں دے دیتا ہے تو باپ پھر وہ مٹھائی بچے ہی کے منہ میں ڈال دیتا ہے۔

☆

☆☆☆

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆